درس حدیث

محمد اظہر مدنی

توبہ واستغفار کی فضیلت

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: والله انی لأستغفر الله وأتوب فی اليوم أكثر من سبعين مرة (بخاری:۶۳۰۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔

قرآن وحدیث میں توبہ واستغفار کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جب کسی باعمل مذہبی انسان کو کوئی رنج وغم اور تکلیف پہنچتی ہے تو وہ سب سے پہلے دعا توبہ واستغفار اور دوا کا سہارا لیتا ہے۔ ایک باعمل مسلمان رات دن میں پانچ وقتوں کی نماز میں جو سورتیں اور دعائیں پڑھتا ہے وہ سب کی سب استغفار اور دعا ہی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح وشام کے دیگر اوقات میں دعائیں پڑھنے اور اوراد وظائف کا اہتمام کرنے اور فرض نماز کے بعد دعائیں پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ سے بخشش طلب کرنا، توبہ کرنا، اس سے مدد مانگنا بندے کا اپنے رب پر ایمان کامل کی دلیل ہے۔ ایک حدیث میں استغفار کی فضیلت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ تو یوں کہے۔ ’’اللهم انت ربی لااله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا يغفر الذنوب الا انت یعنی اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں، ان بری حرکتوں کے عذاب سے جو میں نے کی ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں، مجھ پر تیری جو نعمتیں ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں، میری مغفرت کردے کہ تیرے سوا اور کوئی بھی گناہ معاف نہیں کرتا‘‘ نبیؐ نے فرمایا کہ جس نے اس دعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے دل سے ان کو کہہ لیا اور اسی دن شام ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے اس دعا کے الفاظ پر یقین کرتے ہوئے رات میں ان کو پڑھ لیا اور پھر صبح ہونے سے پہلے انتقال کر گیا تو وہ جنتی ہے‘‘ (بخاری:۶۳۰۶)

اللہ کے حضور گناہوں سے توبہ اور استغفار اور اس سے مدد طلب کرنے سے وہ مشکل کو آسان اور زندگی کی دوسری آزمائشوں سے نجات دے دیتا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (سورہ الطلاق:۲) جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔‘‘

جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وزیادتی کے چنگل اور غلامی سے آزاد کرانے کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی موسی علیہ السلام کی رہنمائی فرمائی۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ یونس:۸۷) ’’اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے ان ہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں‘‘

دعا، استغفار اور توبہ مومن بندے کے لئے ہر پریشانی، الجھنوں اور آزمائشوں سے بچنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور سہارا ہے اس لئے اپنے مسائل اور مشکلات کو دور کرنے کے لئے ہر مومن کو تدبیر کے ساتھ ساتھ دعائے استغفار اور توبہ کا سہارا لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی کو استغفار اور توبہ کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے اور صبح وشام ذکر واذکار اور مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
قرض حسن - احکام ومسائل ۶
محبت رسول میں غلو کے مظاہر ۱۱
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام انس وجن کو شامل ہے ۱۸
۱۲/ربیع الاول کا جشن کتاب وسنت کی روشنی میں ۲۲
مولانا عبدالشکور اثری رحمہ اللہ- مختصر حالات زندگی ۲۴
نظم ۲۶
عورت میری نظر میں (نظم) ۲۷
پریس ریلیز ۲۸
جماعتی خبریں ۳۰
اشتہار اہل حدیث منزل ۳۱
کلینڈر ۲۰۲۳ء ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ـــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مركزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

یا حسرۃ علی العباد

بندوں کا کام ہے رب کی بندگی کرنا، آقا کی غلامی کرنا، اس کا حکم ماننا، اس کی عبادت کرنا، اس کے فرامین کو بجالانا، بندگی کا حق ادا کرنا، اس میں کسی طرح کا چوں وچرانہ کرنا اور دل وجان سے جو مرضی مولیٰ ہو اس کو خوشی خوشی انجام دینا، خواہ وہ امر نفس پر شاق ہی کیوں نہ گذرے اور مشقتوں اور مشکلوں سے ہی کیوں نہ انجام دینا پڑے۔ آقا کی مرضی کے لیے اس کے ہر فیصلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کرنا اور اس پر اس طرح مطمئن ہونا کہ اس پر نفس مطمئنہ کا اطلاق ہونے لگے اور فرشتے بھی مشکل وقت میں اسے نفس مطمئنہ سے یاد کریں۔ ”یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃ. ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً“۔ (الفجر: ۲۷-۲۸)

دراصل بندے کی بندگی وغلامی ہی اس کی معراج ہے۔ جس نے بھی بندگی کا حق ادا کیا وہ بلندی کی انتہا کو پہنچ گیا۔ ہم جو کلمہ شہادت ”اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده و رسوله“ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اس میں عبدیت کے مقام اعلیٰ پر پہنچ کر ہی کوئی رسالت ونبوت کے بلند ترین درجہ پر فائز ہوتا ہے۔ جو اللہ کا بندہ ہونے کا کما حقہ حق ادا نہیں کرتا اس کا من ومزاج ایسا عبدیت والا نہیں بنتا، اس کے اعضاء و جوارح اس کے مطیع وفرماں بردار نہیں ہو جاتے کہ اس پر غلامی و بندگی کا حقیقی اطلاق ہونے لگے۔ اور جب تک خود سپردگی، اخبات، خشوع وخضوع اور تسلیم ورضاء کا پیکر نہ بن جائے تب تک وہ امانت عظمیٰ ”وحی الٰہی“ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے حامل ہونے کا اہل نہیں بن سکتا۔ ایسی عبدیت کاملہ صرف اور صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہے۔ اس مقام ارفع واعلیٰ کو پہنچنے کے لیے تواضع وانکساری اور تذلل وخاکساری کی انتہا کو پہنچ جانا ہی بلندی کی چوٹی درجہ نبوت ورسالت کے مقام بلند و بالا پر فائز ہونے کا جواز پیدا کرتا ہے۔ ویسے یہ تنہا اور سب سے عظیم ترین مقام ومرتبہ ہے جو کسی انسان کو عطا کیا جاتا ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی کسی خارجی عوامل واسباب کا دخل نہیں ہوتا گرچہ اللہ جل شانہ نے رسولوں اور نبیوں کو ہمیشہ اپنی خاص عنایت وکرم اور اخلاق وشرف سے نواز کر ہر طرح کی خامیوں سے دور رکھا اور ہر طرح کے فضائل ومناقب اور سارے اعلیٰ اخلاق اور ایمان سے سرفراز

فرمایا۔ بلفظ دیگراس کا اہل بنایا اور ’’اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ ‘‘ (الانعام:۱۲۴) یہ درجہ بلند جسے مل گیا مل گیا۔ اس میں انسان کے کسب وکمال کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں محض فضل الٰہی ہے جو اس کے مخصوص ومختار اور متقی و برگزیدہ بندوں کو حاصل ہوا اور بس۔ اسی لیے ایک انسان کو کوئی فضل وکمال، شرف ومنزلت اور دنیوی واخروی کامیابی وکامرانی ملتی ہے تو صرف اور صرف اسی رسالت ونبوت کی پیروی اور اطاعت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ ہر طرح کی ناکامی ونامرادی اور خسارہ سے بچنا بس اسی راہ سے ممکن ہے۔ دوسری کوئی اور راہ اور ذریعہ نہیں جس سے انسان رفعتوں اور بلندیوں کو چھو سکے اور ناکامیوں اور پستیوں سے بچ جائے۔ زمانہ ہمیشہ سے اس پر گواہ اور شاہد عدل ہے ’’وَالۡعَصۡرِ ۔ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ‘‘ (العصر:۱-۳)

یہ وہ حقیقت واصلیت ہے، میزان عدل وقسط ہے اور معیار وشرط ہے جس پر پورا اترے بغیر اس مقام بلند اور رتبہ عظیم پر فائز نہیں ہوسکتا۔ آج انسان کی بدقسمتی پر جتنا بھی ماتم وحسرت کیا جائے کم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔ میں کہتا ہوں یہ غنچے ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے کہ نیست ونابود ہوگئے، اب جو کچھ بچا ہے وہ حسرت وندامت، نکبت و نقمت اور عذاب وعقاب کے علاوہ کچھ نہ رہا۔ اسی کو قرآن کریم نے بڑے رنج وافسوس، غم واندوہ اور حسرت وحزن کے پیرائے میں بیان کیا ہے۔

’’یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ‘‘ (یٰسین:۳۰) ’’صد افسوس ان بندوں پر‘‘۔ کون ہیں یہ بندے کہ بندہ ہوکر بھی آقائیت جیسی منمانی کرتے ہیں اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں؟ یہ وہ متکبر اور گھمنڈی لوگ ہیں کہ جب بھی کوئی اللہ کا فرستادہ رسول ان کے پاس آتا ہے یہ ان کا مذاق اڑانا شروع کردیتے ہیں۔ ’’مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ‘‘ (یٰسین:۳۰)

رنج وافسوس کا اس سے بڑا مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ دریا خود پیاسے کے پاس آئے اور پیاسا اپنی تشنہ لبی اور جانکنی کی حالت کو پہنچنے کے باوجود ساقی کوثر و تسنیم کا ٹھٹھا کرنے لگے اور اس کے مخول واستہزاء کے ساتھ اس کی تکذیب و تردید بھی کرنے لگے۔ یہ انسان کی سب سے بڑی بدبختی ہے۔ اور اس پر جتنا آہ وافسوس کیا جائے کم ہے۔ حسرت ویاس کا اس سے بڑا کوئی اور مقام وموقع نہیں ہوسکتا ہے۔

قوم نوح علیہ السلام نے انکار وتکذیب کی یہی راہ اپنائی، انہی حسرتناکیوں کی سزاوار قوم ثمود بھی بنی، آیات بینات اور رسول کی آمد قوم موسیٰ میں ہوئی، قوم لوط کا حال بھی کچھ اس سے الگ نہ تھا، ہود وصالح کی اقوام نے بھی جحود وانکار کی انہی سنتوں کو روا رکھا، اصحاب الایکہ والمؤتفکات جن کی بستیاں الٹ دی گئیں سب اسی عناد وتمسخر کی روش پر گامزن رہیں اور صفحۂ ہستی سے عبرت ناک طور پر مٹا دی گئیں کہ ان کا نام ونشان تک نہ رہا۔ عبرت وموعظت کی داستان ہی ان کی یادگار بنی اور حسرت وندامت ہی ان کا مقدر ٹھہرے۔ ’’وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ. قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ انۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ‘‘ (الانعام:۱۰-۱۱) ’’اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ان کو عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ آپ فرمادیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا‘‘۔

ان بدبختوں نے صرف رسول کا مذاق نہیں اڑایا بلکہ ان کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب وپیغام کا بھی مذاق اڑایا۔ ’’وَقَدۡ نَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِهَا وَیُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖۤ اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَهَنَّمَ جَمِیۡعًا‘‘ (النساء:۱۴۰) اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو! جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے‘‘۔

اللہ کے عذاب کا یوں مذاق اڑایا۔ ’’وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ لَّیَقُوۡلُنَّ مَا یَحۡبِسُهٗ ؕ اَلَا یَوۡمَ یَاۡتِیۡهِمۡ لَیۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ‘‘ (ہود:۸) اور اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت تک کے لیے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے، سنو! جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں گھیر لے گی‘‘۔

اہل ایمان کا مخول اڑایا اور ان پر پھبتیاں کسیں۔ اس مہم میں کفار ومنافقین اور یہود برابر کے شریک تھے۔ فرمایا: ’’اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا کَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ

اٰمَنُوۡا یَضۡحَکُوۡنَ وَ اِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ یَتَغَامَزُوۡنَ. وَ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِیۡنَ. وَ اِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوۡنَ. وَ مَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَیۡهِمۡ حٰفِظِیۡنَ. فَالۡیَوۡمَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ یَضۡحَکُوۡنَ. عَلَی الۡاَرَآئِکِ یَنۡظُرُوۡنَ. هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ" (المطففین:۲۹-۳۶)"اوران کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں آنکھ کے اشارے کرتے تھے۔اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے۔اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ (بے راہ) ہیں۔اور یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔پس آج ایمان داران کافروں پر ہنسیں گے۔تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے پورا پورا بدلہ پالیا"۔

آج اللہ کے دین وشریعت کی نافرمانی عام ہے۔اس میں موحد ومشرک، مسلمان وکافر اور عالم وجاہل سب برابر ہیں۔قدم قدم پر قول وعمل کا تضاد موجود ہے۔رسول رحمت لقب اور آپ کے ازواج واصحاب کی عزت وناموس کے ساتھ کھلواڑ ہوتا رہتا ہے۔عقبیٰ بن ابی معیط، ابوجہل وابولہب اور دیگر صنادید قریش کی طرح مومنین کو اللہ کی عبادت سے روکنے، ان کی عبادت گاہوں اور اداروں کو شکنجوں میں کسنے اور ان کے دلوں میں تشکیک کا زہر گھولنے کی کوشش ہورہی ہے۔مختلف وسائل وحربے اپنا کر ان کو ذلیل ورسوا کیا جارہا ہے اور وہ اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے سلسلے میں فکرمند ہیں۔سماج میں بدامنی وبے اعتمادی اور منافرت پھیلا کر ملک کو توڑنے کی سعی نا روا ہورہی ہے۔انسانیت کو اس پیغام سے دور رکھنے بلکہ برگشتہ کرنے کے لیے سازشیں رچی جارہی ہیں جو اس کے لیے آب حیات ہے۔کیا یہ سب دین وشریعت، نبوت ورسالت، ملک وملت اور جماعت اور انسانیت کے ساتھ مذاق اور سخریہ کی مختلف شکلیں نہیں ہیں؟

امم ماضیہ اور اقوام سابقہ کے حسرتناک انجام ہمارے سامنے ہیں۔اب رسولوں کی آمد کا سلسلہ نہیں رہا مگر آخری نبی ورسول کا پیغام عام ودوام ہر آن ہمارے لیے رسالت الٰہی اور نبوت خداوندی کی شکل میں موجود ہے۔لیکن افسوس کہ اقوام عالم نے اسے پہچاننے سے انکار کردیا اور تکذیب کی وہی روش اختیار کی جس پر چل کر پچھلی اقوام ہلاکت کی شکار ہوئی تھیں۔

خود خیرامت خیرخواہ امم نہ رہی بلکہ حق تو یہ ہے کہ وہ بھی اپنے عمل وکردار حتی کہ اعتقاد وایمان کے اعتبار سے بھی امم ماضیہ کی روش پر گامزن ہونے لگی ،الا من رحم ربی -تم اعتقاد کے باب میں دیکھو توحید خالص کا کیسے مذاق اڑایا جارہا ہے۔کتاب وسنت کی صریح آیات ونصوص کا برسرعام استہزاء روا رکھا جاتا ہے موحدین کا جینا حرام ہورہا ہے۔مساجد جو خالص توحید واتباع سنت کا مرکز اور خالص عبادات الٰہی کی جگہ تھیں اب غیراللہ کی پکار عام ہے۔بلکہ ندائے غیراللہ اس کا شعار بنا ہوا ہے۔دین وشریعت دیگر معاملات بیحد افسوسناک حد تک بھلا دیئے گئے ہیں۔اور اگر کوئی اس پر عمل پیرا ہے یا اس کی بات کرتا ہے تو اس پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔اگر تم اسلام کی سادگی اور سادہ زواج ونکاح کی بات کرو یا اسے اپناؤ تو تضحیک وتسخیر کا نشانہ بننا پڑے گا۔اسلامی اقتصادیات ومعاشیات اور سماجیات پر بات کرنے والا اپنے مسلم سماج میں نکو اور ٹھٹھول کا شکار ہوجاتا ہے حتی کہ موحدین ومتبعین کتاب وسنت بھی اس افسوسناک استہزائی وتمسخراتی رجحان کی ضرب سے محفوظ نہیں ہیں۔یہ نہایت ہی افسوسناک رویہ اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف عمل ہے۔گذشتہ اقوام کی تاریخ سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔فی زمانہ امت مسلمہ جن کرب وضرب کے حالات سے گزر رہی ہے ان کو بھی اسی تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

افسوس کہ آج ہم حلال وحرام میں فرق نہیں کرتے۔لائق احترام شخصیات کا احترام نہیں۔بڑوں کی چھوٹوں پر شفقت نہیں۔ وقت کی قدر نہیں کرتے۔نعمتوں کی ناقدری عام سی بات ہے۔شعائر اسلام اور مقدسات کی کھلے عام پامالی ہورہی ہے۔احکام الٰہیہ اور دینی وملکی قوانین کا پاس ولحاظ اور پابندی نہیں ہے۔اعلیٰ قدروں کا استہزا وتمسخر دور حاضر کا فیشن بن گیا ہے۔معاشرے میں امراض روحانی اور جسمانی کے اسباب کی بھرمار ہے۔ایسے میں آسمانی مدد کی امید کیسے کی جاسکتی ہے اور حالات کے رخ کو اپنے حق میں کیسے موڑا جاسکتا ہے۔؟ دین وشریعت اور شعائر اسلام کا تمسخر واستہزا صرف یہی نہیں ہے کہ اس کا محفلوں اور مجمع میں مخول اڑایا جائے بلکہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور اسلام کی حقانیت کو جانتے بوجھتے اس پر عمل نہ کیا جائے اور سرکشی اور ظلم کی راہ اختیار کی جائے۔یہ بھی استہزاء کے زمرے میں آتا ہے۔فرعون نے بھی یہی رویہ اختیار کیا تھا۔" وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَیۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا فَانۡظُرۡ كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِیۡنَ" (النمل:۱۴)"انہوں نے انکار کردیا محض ظلم اور تکبر کی وجہ سے، حالانکہ ان کے دل یقین کرچکے تھے، پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا"۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

قرضِ حسن - احکام ومسائل

مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ

یوں تو انسانیت سے الفت ومحبت، ہمدردی، غمگساری، حاجت مندوں کی امداد اور ان کے ساتھ تعاون کے عمل کو ہر مذہب وملت میں تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔مگر دین اسلام میں انسانیت کی یہ خدمت عظیم عبادت اور بہترین اخلاق شمار کیا جاتا ہے۔اللہ جل شانہ نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت تمام انسانوں کو یکساں نہیں پیدا کیا، اور نہ ہی یکساں صلاحیتوں اور اوصاف سے نوازا، بلکہ ان میں فرق وتفاوت رکھا تاکہ انسانی معاشرہ میں توازن برقرار رہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ" (الشوریٰ:۲۷)اگر اللہ تعالیٰ سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔

اس فرق مراتب اور تفاوت ارزاق میں اللہ تعالیٰ کی شان خلاقیت کا اظہار اور بندوں کا اختبار وامتحان بھی ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت اور دیگر نعمتوں سے نوازا اس کا بھی امتحان، اور جس کو اس دولت ونعمت سے محروم یا کم تر رکھا اس کا بھی امتحان ہے۔وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"(انعام: ۱۶۵)

وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

انسانیت کی خدمت بلاشبہ ایک محبوب اور پسندیدہ عمل ہے۔فرمان نبوی ہے کہ لوگوں میں اللہ کے یہاں سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہو۔صحابی رسول جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا من خیر الناس ؟ تو آپ نے فرمایا: خیر الناس أنفعهم للناس (السلسلة الصحيحة للالبانی)

مذہب اسلام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جہاں امیر وغریب ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں نہ کہ ایک دوسرے کے معاند ومخالف اور دشمن، ایسے معاشرہ میں باہمی محبت اور الفت کیسے پیدا ہوسکتی ہے جس میں امیر غریب کا استحصال کرتے ہوں؟ اس لئے انسانوں کو اپنی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں، بالخصوص ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے کام آئے۔احادیث شریفہ میں اس کے عظیم اجر وثواب کا تذکرہ ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه من كرب يوم القيامة، والله فی عون العبد ما كان العبد فی عون اخيه"

یعنی جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی تکالیف میں سے کوئی بڑی تکلیف دور فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔(ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۲۵، وابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۲۲۵)

معاشرہ میں مختلف قسم اور احوال کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔اسلام نے ان کے تعاون کی متعدد صورتیں اور شکلیں بتائی ہیں اور دنیاوی واخروی ثواب وفوائد سے بھی روشناس کرا کر اس جانب خوب توجہ اور ترغیب دی ہے۔چنانچہ زکاۃ وصدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ بیواؤں، یتیموں، مسکینوں محتاجوں معذوروں، قیدیوں، غریب ونادار اور مصیبت زدہ لوگوں کی خبرگیری ودادرسی اور ان کے تعاون کی تلقین کی ہے۔بلکہ دین کے راستے میں رضاء الٰہی کی خاطر انفاق پر قرآن کریم نے بڑا زور دیا ہے۔اور اسے قرض حسن سے تعبیر کیا ہے۔قرآن کریم کی پانچ سورتوں البقرہ، المائدہ، الحدید، التغابن اور المزمل میں چھ مقامات پر اس قرض حسن کا ذکر آیا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ" کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے پسندیدہ اجر ثابت ہوجائے۔(الحدید:۱۱) اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ" (التغابن:۱۷) اگر تم اللہ کو اچھا قرض دوگے یعنی اس کی راہ میں خرچ کروگے تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔اللہ بڑا قدردان بڑا بردبار ہے۔

قرض حسن سے مراد: قرآن کریم کی ان آیات میں قرض حسن سے مراد، فرض زکوٰۃ کے علاوہ وہ نفلی صدقہ ہے جو حلال کمائی کے مال سے خلوص نیت اور طیب نفس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ یہ مال جو انسان اللہ جل شانہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے۔ اس کے باوجود اسے قرض قرار دینا، یہ اللہ کا فضل واحسان ہے کہ وہ اس انفاق پر کئی گنا اجر اسی طرح دے گا جس طرح قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ البتہ اس انفاق پر اجر وثواب کی زیادتی اخلاص نیت، حاجت وضرورت اور شرف زماں ومکاں کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ جیسا کہ نصوص کتاب وسنت سے اس جانب اشارہ ملتا ہے۔ (تفسیر صلاح ص ۲۶۸ اوتفسیر محمد عبدہ صفحہ ۱۳۲)

معاشرہ میں ہر شخص صدقہ وخیرات کی استطاعت نہیں رکھتا، اسی طرح ہر شخص صدقہ لینا بھی پسند نہیں کرتا، اسی لئے شریعت مطہرہ نے ضروریات اور حاجات کی تکمیل کے لئے عاریت اور قرض جیسی شکلیں مشروع قرار دی ہیں، اور ضرورت مندوں کو قرض دینے کی اہمیت جتائی ہے اور اسے ثواب کا کام شمار کیا ہے۔

قرض، معنی ومفہوم: عاریت اور قرض دونوں ادھار کی قبیل سے ہیں، عاریت کا مطلب ہے کہ بغیر کسی عوض کے کسی کو اپنا مال یا سامان مقررہ وقت کے لئے دینا تاکہ وہ اس سے نفع اٹھائے اور پھر صاحب مال کو واپس کردے۔ اسے ''استعارہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اور منفعت کے لئے دیا گیا سامان ''مستعار'' اور ''عاریت'' کہلاتا ہے۔ اس میں انتفاع کبھی غیر منقولہ جائداد، گھر، زمین وغیرہ سے ہوتا ہے۔ کبھی جانور سے دودھ کی شکل میں منفعت حاصل کی جاتی ہے اور کبھی پھلدار درختوں کے پھلوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور پھر صاحب مال کو واپس کردیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک مشروع عمل ہے جس کے احکام کتب فقہ وحدیث میں بسط سے مذکور ہیں۔

البتہ قرض وہ مال ہے جس کو مقرض (قرض دینے والا) مقروض ومقترض (قرض لینے والا، قرضدار) کو فائدہ حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی ضرورت کی تکمیل یا حصول قدرت کے بعد اسے یا اس کے مثل (مال بدل) یا اس کی قیمت مقرض کو واپس کردے۔ گویا ''قرض'' وہ مال ہے جو قرض لینے والے کو بطور قرض (ادھار) دیا جاتا ہے۔

قرض کا لغوی معنی کاٹنا، قرض دینا، بدلہ دینا، مستعمل ہے۔ قرض کی شرعی تعریف پر لغوی معنی کاٹنا بھی صادق آتا ہے، کیونکہ یہ قرض مقرض (قرض دینے والے) کے مال کا ایک ٹکڑا ہے، جسے وہ مقترض کو دیتا ہے۔ اس قرض کو شرعی اصطلاح میں ''دین'' بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۸۲ جو قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت ہے۔ جسے 'آیت دین' کہا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرض کی بابت ضروری ہدایات دی ہیں جس کا مفہوم یا خلاصہ بعد کے سطور میں کیا جائے گا۔

قرض کی مشروعیت واھمیت: قرض ایک مشروع اور مستحب عمل ہے، تقرب الٰہی اور رضاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی مسلمان جب کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دیتا ہے تو وہ اس کے ایک مرتبہ صدقہ کی طرح ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۴۳۰)

یہ قرض محتاجوں اور حاجت مندوں کے ساتھ اظہار ہمدردی، نرمی برتنے اور ان کی حاجت وضرورت کی تکمیل میں تعاون کرتا ہے۔ چنانچہ قرض کو صدقہ سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ قال النبی صلی الله علیه وسلم رأیت لیلة اسری بی علی باب الجنة مکتوبا الصدقة بعشر أمثالها، والقرض بثمانیة عشر، فقلت یا جبرئیل ما بال القرض أفضل من الصدقة؟ قال: لأن السائل یسأل وعنده، والمستقرض لا یستقرض الا من حاجة ''یعنی اسراء کی رات جنت کے دروازے پر میں نے لکھا دیکھا صدقہ کا ثواب دس گنا، اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا، تو میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ قرض کا درجہ اس قدر صدقہ سے بڑھا ہوا کیوں ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ سائل سوال کرتا ہے اس کے پاس کچھ نہ کچھ ہوتا ہے اور مستقرض (قرض لینے والا) مجبوری اور سخت حاجت کی بنا پر ہی قرض لیتا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۴۳۱، ضعفہ الالبانی، وحسن السیوطی فی الجامع الصغیر)

قرض لینا، قرض طلب کرنا یہ ایک مباح اور معروف عمل ہے اس میں کوئی حرج نہیں، یہ عمل اس سوال کے قبیل سے نہیں ہے جو ناپسندیدہ ہے اور جس کی احادیث میں مذمت کی گئی ہے۔ نیز بعض حدیث میں تسوّل بھیک مانگنے کو معاشرہ میں فقر وفاقہ کے اضافہ کا سبب بتایا گیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یفتح انسان علی نفسه باب مسألة الا فتح الله علیه باب فقر، لأن یعمد الرجل حبلًا الی جبل فیحتطب علی ظهره ویأکل منه خیر من أن یسأل الناس معطی او ممنوعا'' یعنی انسان اپنی ذات پر سوال کا دروازہ نہ کھولے یا بھیک مانگنے کی راہ نہ اپنائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر فقر وفاقہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ بلکہ آدمی رسی لیکر جنگل و پہاڑ سے لکڑی کا

بنڈل اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اوراس سے اپنی خورد ونوش کا بندوبست کرے یہ بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لوگ اسے دیں یا منع کر دیں (رواہ ابن حبان فی صحیحہ برقم ۳۳۸۷ وصححہ)

لہٰذا کسی سے قرض لے کر اپنے گذر بسر کا انتظام کرنا اور حاجات کی تکمیل کرنا تسوّل اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے کہیں بہتر محنت کی کمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ضرورت پر قرض لیا کرتے اور اس کی ادائیگی بہتر انداز میں فرماتے بلکہ یہ ارشاد بھی فرمایا: خیر کم أحسنکم قضاء (مسلم حدیث نمبر ۱۶۰۱) وخیارکم احسنکم قضاء للدین (صحیح الجامع ۳۲۶۱)

قرض کے شرائط: چونکہ یہ قرض عقد تملیک ہے اس لئے ایجاب وقبول سے ہی یہ عقد متحقق ہوگا، نیز اسی شخص کے حق میں تمام ہوگا جو حق تصرف رکھتا ہو۔ قرآن کریم نے آیت دین میں تین اہم باتوں کی طرف رہنمائی کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ

۱- دین وقرض کا معاملہ کرتے ہوئے وقت ومدت کا تعین کرلیا جائے۔

۲- اسے ضبط تحریر کرلیا جائے۔

۳- دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو عورت کو گواہ بنالیا جائے۔

یہ قیود محض اس لئے ہیں کہ معاملہ بالکل واضح رہے اور نزاع وتنازع کی کوئی بات پیدا نہ ہو۔ اہل علم نے قرض کی بابت درج ذیل شرائط کا تذکرہ کیا ہے۔

۱- ناپ وتول اور تعداد وغیرہ میں قرض کی مقدار معلوم ومعروف ہو۔

۲- اس کی صفت، نوعیت اور اگر جانور ہو تو اس کی عمر معلوم ہو تاکہ قرض واپسی اور اس کا بدل دینا ممکن ہو سکے۔

۳- قرض وہ شخص دے جو مالک ہو قرض دینے کا مجاز ہو۔ جو مالک نہیں وہ قرض دینے کا مجاز نہیں۔ اسی طرح جو عقل مند نہیں وہ بھی قرض نہ دے۔

۴- قرض کے لین دین کو تحریر میں کرلینا چاہیے تاکہ کسی وقت یہ اچھا اور بھلائی کا کام جھگڑے اور تنازع کا سبب نہ بنے۔

۵- قرض کی ادائیگی، واپسی کا وقت مقرر ہو یہ بہتر اور ضروری ہے۔ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی سے یہ مستفاد ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء قرض میں مدت کی تعیین کی شرط کے قائل نہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ قرض محض ایک تبرع اور نیکی کا عمل ہے۔ مقرض کسی بھی وقت اپنے قرض کا مطالبہ کرسکتا ہے پس جب وہ قرض کو متعینہ مدت تک مؤخر کردے تب بھی وہ فی الفور قرض کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ (افادات از الملخص الفقهي ومنهاج المسلم وفقہ السنہ)

قرض کے مسائل واحکام:

☆ کپڑے، حیوانات، ناپی وتولی جانے والی اشیاء، کھانے پینے کے سامان، نقود اور سامان تجارت وغیرہ تمام قسم کی چیزوں میں قرض کا لینا دینا جائز ہے۔

☆ قرض کے بدل میں زیادہ لینا اور دینا سود کے زمرہ میں آتا ہے۔ یعنی مقرض کا قرض دار سے اس قرض میں کسی طرح کا نفع لینا حرام ہے، وہ قرض کی بڑھوتری کی شکل میں ہو، یا قرض بہتر چیز کی ادائیگی کی شرط لگا کر یا قرض دے کر کوئی خارجی فائدہ اٹھایا جائے جو شرط واتفاق کے طور پر دونوں کے مابین طے پایا گیا ہو، گرچہ لفظی شرط نہ ہو، بلکہ زیادتی نفع کی خواہش وطمع اشارۃً وکنایۃً ہو، تو یہ تمام باتیں ممنوع ہیں۔ ایک روایت میں حدیث کے الفاظ ہیں: ’’کل قرض جر منفعة فهو ربا ہر وہ قرض جو نفع لائے سود ہے۔ (یہ حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن اس مسئلہ اور مفہوم کی تائید دوسری صحیح احادیث سے ہوتی ہے)

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: کہ ہدیہ اور عاریت وغیرہ جب قرض کی مدت میں مہلت لینے کے لئے ہو یا قرض خواہ کو رشوت دینے کے لئے ہو یا قرض کے بدلے قرض خواہ کو نفع پہنچانے کے لئے ہو تو یہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ سود ہے اور رشوت کی ایک قسم ہے۔ اور اگر یہ قرض لین دین سے پہلے قرض دار اور قرض خواہ کے مابین جاری عادت ورسم کی وجہ سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فقہ الحدیث ۲/۳۱۴)

اس کی تائید انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی قرض دے تو وہ شخص اسے ہدیہ دے یا جانور پر سوار کرے تو وہ نہ سوار ہو اور نہ ہی اس ہدیہ کو قبول کرے الا یہ کہ ان کے مابین پہلے سے ایسا معاملہ چلتا رہا ہو۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۲۸۵)

☆ اگر قرض دار کسی طے شدہ شرط کے بغیر محض جذبہ اظہار تشکر کے طور پر زیادہ دیتا ہے، یا قرض کے مال سے بہتر مال از خود دیتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی ادائیگی اچھے اور عمر میں اس سے بڑے اونٹ کی شکل میں دی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ پر میرا کچھ قرض تھا آپ نے مجھے وہ ادا کیا اور مجھے اس سے زائد بھی دیا۔ (مسلم حدیث نمبر ۷۱۵)

ایک دوسری روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا۔ اس عمر کا اونٹ نہ ملا، البتہ اس سے زیادہ عمر کا مل گیا، آپ نے فرمایا: اسی اونٹ کو اسے دیدو، پھر آپ نے فرمایا ان خیارکم أحسنکم قضاء تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو قرض ادا

کرنے میں اچھے ہیں۔ (صحیح بخاری رقم ۲۳۰۵، وصحیح مسلم رقم ۱۶۰۱)

☆ جہاں قرض دینے کو بڑا ثواب بتایا گیا ہے وہیں قرض لے کر طے شدہ وقت پر واپس نہ کرنے کو بہت بڑا گناہ بھی بتایا گیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا تزال نفس المؤمن معلقة بدينة حتى يقضى عنه'' یعنی مومن کی روح آسمان وزمین کے مابین (معلق) پھنسی رہتی ہے۔ جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۰۷۸) اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے ''يغفر للشهيد كل ذنب الا الدين'' اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۸۸۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا کرتے تھے جس پر دوسروں کا قرض ہوا کرتا، ہاں اگر کوئی شخص اس کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا تو پھر آپ اس کے جنازہ کی نماز پڑھاتے۔

☆ قرض لے کر واپس نہ کرنا یا قرض کی واپسی میں ٹال مٹول کرنا یہ ایک ظلم ہے۔ اس کی وجہ سے قرض دینے والا قرض دینے سے رک جائے گا اور غریبوں وحاجت مندوں کی ضرورت پوری نہ ہو سکے گی۔ اسی طرح قرض لے کر بیٹھ جانا اور عدم ادائیگی کی نیت کرنے میں مقروض یعنی قرضدار کا ہی نقصان ہے اس کے مال سے خیر وبرکت اٹھ جاتی ہے۔ اس کا مال تلف ہو سکتا ہے۔ نقصان ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من أخذ اموال الناس يريد اداء ها ادى الله عنه، ومن أخذها يريد اتلافها أتلفه الله یعنی جو کسی کا مال اس کی ادائیگی کے ارادے سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا انتظام فرما دیتا ہے اور جو بغرض اتلاف ونقصان کسی کا مال لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو تلف کر دیتا ہے۔ (صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۳۸۷)

لہٰذا قرض کا معاملہ صدق دلی سے کرنا چاہیے اور واپسی کی قدرت پاتے ہی قرض کی واپسی بلا تاخیر کرنی چاہیے چونکہ یہ قرض ایک طرح کا احسان ہے اور احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن: ۶۰)

☆ قرض کی ادائیگی کے وقت وہ چیز اپنی اصلی صورت وحالت میں موجود ہو تو وہی واپس کی جائے گی۔ اور اگر اس میں کمی بیشی ہو چکی ہے اور اس کی مثل شئی موجود ہو تو مثل ادا کی جائے، اور اگر مثل نہ ہو تو اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔ بلکہ اس سے بہتر ادا کی جائے جیسا کہ سابقہ سطور میں گذر چکا۔ (منہاج المسلم)

☆ مقرض یعنی قرض دینے والا، قرض خواہ اپنے قرض کے مطالبہ میں تھوڑا سخت ہو جائے، سخت رویہ اختیار کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اس کا حق ہے۔ لیکن اسے بھی چاہیے کہ وہ اپنے مطالبے میں نرمی کا پہلو اختیار کرے درشتی وسختی اور بے عزتی سے پرہیز کرے، ممکن ہے کہ قرض دار کسی مجبوری کی وجہ سے قرض کی ادائیگی نہ کر پا رہا ہو ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ابن ابی حدرد پر کعب بن مالک کا قرض تھا، تقاضہ میں آپس میں تکرار کے سبب مسجد میں آواز بلند ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازہ کا پردہ اٹھا کر کعب بن مالک سے مخاطب ہوئے: اے کعب آدھا قرض چھوڑ دو، کعب نے اس کو مان لیا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی حدرد سے کہا: جاؤ آدھا قرض واپس کر دو۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۵۵۸)

☆ مقرض یعنی قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ قرض دار کے ساتھ نرم خوئی سے پیش آئے، قرض کی ادائیگی میں مہلت دے، اس کے لئے آسانی پیدا کرے، اور قرض دار کو بھی چاہیے کہ حسن نیت کے ساتھ ادائیگی کی کوشش کرے اور اگر کوئی دقت ہو، قرض کی ادائیگی کی قدرت نہ ہو اور مقررہ مدت آپہنچی ہو، تو نہایت ہی ایمانداری سے اپنی حقیقت کو رازداری کے ساتھ قرض خواہ سے بیان کر دے اور مزید مہلت لے لے۔ تاکہ حسن ظن قائم رہے اور قرض خواہ قرض دار سے کسی طرح بدظنی کا شکار نہ ہو اور وہ بھی اس کے ساتھ نرمی وآسانی برتنے کی کوشش کر سکے کتاب وسنت کے نصوص میں کسی تنگدست قرض دار کے ساتھ نرمی ومہلت کی بڑی فضیلت اور عظیم اجر وجزاء بیان کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ: ۲۸۰) یعنی اگر جس پر قرض ہے اس کا ہاتھ تنگ ہے مفلس ہے یا تنگی میں ہے تو اس کو مہلت دو جب تک وہ کشادہ دست نہ ہو جائے۔ اور اگر اصل روپیہ چھوڑ دو یعنی کل معاف کر دو یا اس میں سے کچھ حصہ تو اور اچھا ہے تمہارے لئے اگر سمجھو۔ (ترجمہ وتفسیر محمد عبدہ الفلاح: ۵۷)

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ تنگ دست مقروض کو کشائش دست تک مہلت دینا یا معاف کر دینا بڑی نیکی ہے، عظیم صدقہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ من أنظر معسرا أو وضع عنه اظله الله فى ظل عرشه يوم القيامة یعنی جس نے اپنے قرض دار کو مہلت دی یا اس سے اصل مال روپیہ ہی معاف کر دیا تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عنایت کرے گا۔ (ترمذی رقم ۱۳۰۶) ایک اور حدیث میں ہے: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے: من سره أن ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر أو يضع عنه

جسے اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے، خریدتے اور قرض کے مطالبے میں نرمی سے کام لے۔ (صحیح البخاری رقم ۲۰۷۶)

☆ قرض دار کو نیک نیتی کے ساتھ قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہنا چاہیے اور خالق حقیقی سے اپنی دعاؤں میں اس خاص امر کے لئے نہایت ہی عاجزی وخلوص سے طلب کرنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ بہت سی دعائیں کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی۔ اللهم اقض عنی الدین وأغننی من الفقر اے اللہ ہمارے اوپر سے قرض اتار دے اور غربت ومفلسی سے بچا لے بے نیاز کردے۔ (صحیح مسلم رقم ۲۷۱۳)

☆ تاہم اگر کوئی شخص کوشش کے باوجود اپنا قرض ادا نہ کرسکا اور پھر زندگی نے اس کے ساتھ وفا نہ کیا تو مقرض قرض خواہ کو چاہیے کہ اللہ کی خاطر اسے معاف کردے بصورت دیگر اس کے ورثاء اس کی ادائیگی کریں اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو بیت المال سے اس کی ادائیگی کردی جائے اگر معاشرہ میں یہ سسٹم قائم وموجود ہو تو، ورنہ کوئی صاحب ثروت اس ذمہ داری کو انجام دیدیں جیسا کہ ایک حدیث سے استناد کیا جاسکتا ہے کہ ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک قرضدار کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات کے ذریعہ مال سے نوازا تو آپ نے یہ فرمان سنایا۔ أنا أولى بكل مومن من نفسه فمن مات وعليه دين ولم يترك وفاء فعلينا قضائه ومن ترك مالا فلورثته (صحيح بخاری: ۶۷۳۱)

قرض سے متعلق اسلامی نظام اور اسلامی تعلیمات واحکامات کی یہ ایک مختصر سی جھلک ہے۔ آج عالم انسانیت پر عصر جاہلیت کی طرح ایسا وضعی نظام نافذ ورائج اور مسلط ہے۔ جو اپنے دامن میں سودخوری، قتل وغارت گری، ظلم وبربریت، حق تلفی وناانصافی، سنگ دلی، قساوت قلبی، خودغرضی، عفت وحیاسوزی جیسے دیگر ظالمانہ نظام سمیٹے ہوئے ہے۔ جبکہ دوسری جانب اسلامی نظام ہمدردی وغم خواری، تعاون اور ایک دوسرے کو سہارا دینے والا اور معاشرہ میں پرامن ماحول کے قیام پر زور دینے والا نظام ہے۔ ان دونوں نظاموں میں کتنا عظیم فرق ہے واضح ہے۔ کاش دنیائے انسانیت عقل سلیم اور فہم ثاقب سے کام لیتی، ان تمام خوبیوں کے باوجود مسلمان خود ہی اس بابرکت اور رحمت سے بھرپور نظام الٰہی کو نہ اپنائیں تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟ کاش مسلمان اپنے دین کی اہمیت وافادیت کو سمجھ سکیں اور اپنے نظام زندگی کو اسلام کے سایہ میں ڈھال اور استوار کرسکیں۔ اللہ ہم جملہ اہل اسلام کو اس کی توفیق ارزانی بخشے۔ آمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹرہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

محبت رسول میں غلو کے مظاہر

مولانا ابوحمدان اشرف فیضی

۱-اللہ کے برابر قرار دینا: نبی ﷺ کی محبت و تعظیم میں غلو و مبالغہ کی وجہ سے بہت سارے لوگ شرکیہ اعمال میں مبتلا ہیں، جو صفات و اختیارات اللہ کے لیے خاص ہیں انہیں نبی ﷺ کے لیے بھی ثابت کرتے ہیں جیسے آپ کو مختار کل اور مشکل کشا، حاجت روا وغیرہ سمجھنا، آپ ﷺ سے مدد کے لیے فریاد کرنا، آپ کے تعلق سے حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا، یہ کہنا کہ تمام کائنات نبی کے فیض کی محتاج ہے اور کائنات کی تخلیق آپ ﷺ کے صدقہ طفیل میں ہوئی ہے، اس کے لیے بطور دلیل یہ موضوع روایت پیش کی جاتی ہے: ''لو لاک لما خلقت الا فلاک '' (السلسلة الضعيفة، ۲۸۲، موضوع، الأسرار المرفوعة: ۲۸۸، قيل لا أصل له أو بأصله موضوع ''ایک بدعتی شاعر کہتا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰی ہو کر

(نعوذ باللہ) کتاب و سنت میں اس باطل عقیدے کی تردید کی گئی ہے، بعض آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ'' وَّبَشِيْرٌ'' لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ'' (الأعراف:۱۸۸) آپ فرما دیجئے! کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: ''قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ'' اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (الأنعام:۵۰)'' آپ کہہ دیجئے! کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں آپ کہئے! کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ نیز فرمایا: ''قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ'' (یونس:۴۹) آپ فرما دیجئے! کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا اللہ کو منظور ہو۔ اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یونس:۱۰۷) اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت، بڑی رحمت والا ہے۔ اور فرمایا: ''قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا'' (الجن:۲۱)'' کہہ دیجئے! کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں''۔ اہل بدعت نبی ﷺ کی محبت و تعظیم میں کس قدر غلو سے کام لیتے ہیں اور نبی کو الٰہی اختیارات عطا کرتے ہیں اس کا اندازہ ایک بدعتی کے ان نعتیہ اشعار سے لگائیں:

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
یہ چرخ بریں یہ قمر یہ ستارے
سمندر کی طغیانیاں یہ کنارے
یہ دریا کے بہتے ہوئے صاف دھارے
یہ آتش کی سوزش یہ اڑتے شرارے
محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
عنادل کی نغمہ سرائی نہ ہوتی
ہنسی گل کے ہونٹوں پہ آئی نہ ہوتی
کبھی سطوت قیصرائی نہ ہوتی
خدا ہوتا لیکن خدائی نہ ہوتی
محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

(نعوذ باللہ، استغفر اللہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری: ''وانذر عشیرتک الاقربین ''''ڈراتو اپنے کنبہ والوں کو''۔ تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لوگوں کو بلا بھیجا وہ سب اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے عمومی طور پر سب کو ڈرایا، پھر خصوصی طور پر فرمایا: ''اے کعب بن لوی کی اولاد! چھڑاؤ اپنے آپ کو جہنم سے، اے مرہ بن کعب کی اولاد! بچاؤ اپنے آپ کو جہنم سے، اے عبد شمس کی اولاد! چھڑاؤ اپنے آپ کو جہنم سے، اے ہاشم کی اولاد! چھڑاؤ اپنے آپ کو جہنم سے، اے عبد المطلب کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے آپ کو جہنم سے، اے فاطمہ! بچاؤ اپنے آپ کو جہنم سے اس لیے کہ

میں اللہ کے سامنے کچھ اختیار نہیں رکھتا (یعنی اگر وہ عذاب دینا چاہے تو میں بچا نہیں سکتا) البتہ تم جو مجھ سے رشتہ ناتا رکھتے ہو اس کو میں جوڑتا رہوں گا۔ (یعنی اس کا حق ادا کروں گا اور دنیا میں تمہارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)

غور فرمائیں! کہ نبی ﷺ اپنے اہل خاندان اور عزیز واقارب کے لیے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں پھر ہم کیسے آپ ؐ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ نبی ہمارے نفع ونقصان کے مالک ہیں؟ ایک حدیث میں ہے: ”عن ابن عباس : ان رجلا قال: یا رسول اللہ، ماشاء اللہ وشئت . فقال جعلتنی للہ عدلا، بل ما شاء اللہ وحدہ“ (مسند احمد: ومن مسند بنی ہاشم، مسند عبداللہ بن العباس، ۲۵۶۱، حسن لغیرہ، تخریج المسند لشاکر ۳/۲۵۳، اسنادہ صحیح، السلسلة الصحیحہ :۱/۲۶۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ جو چاہے اور آپ جو چاہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ کہہ کر) تم نے مجھے اللہ کے برابر بنادیا (بلکہ تم کہو) تنہا اللہ جو چاہے۔

اللہ کی طرح نبی ﷺ کے لیے ۹۹/ نام ثابت کرنا:

برصغیر میں طبع ہونے والے بعض مصاحف میں دیکھا جاتا ہے کہ مصحف کے ایک طرف جہاں اللہ کے ۹۹/نام ذکر کیے جاتے ہیں، وہیں دوسری طرف نبی ﷺ کے بھی ۹۹/نام ذکر کیے جاتے ہیں، اس طرح اس میں بھی اللہ کے ساتھ نبی ﷺ کی برابری کا عقیدہ شامل ہوتا ہے، یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زائد نام احادیث میں وارد ہیں، جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں انہیں ثابت کیا جائے گا، جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان لی اسماء، انا محمد، وانا احمد، وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر، وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی، وانا العاقب الذی لیس بعدہ احد، وقد سماہ اللہ رؤفا رحیما، وفی حدیث معمر و عقیل الکفرة، وفی حدیث شعیب الکفر“ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ ﷺ ۲۳۵۴) میرے کئی نام ہیں، محمد، احمد اور ماحی، میرے وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا میں حاشر ہوں یعنی جمع کیے جائیں گے لوگ میرے قدم پر (یعنی میری نبوت پر کیوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) اور میں عاقب ہوں، یعنی میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام رؤف اور رحیم رکھا ہے۔

عالم الغیب سمجھنا: نبی ﷺ کی شان وعظمت میں غلو کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو عالم الغیب سمجھا جاتا ہے، جب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ“ (الانعام:۵۹) اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔

دوسرے مقام پر فرمایا: ”وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ“ (ھود:۳۱) میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، (سنو!) میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا، نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ”قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ“ (النمل:۶۵) کہہ دیجئے! کہ آسمان والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟

ابو عائشہ مسروقؒ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ ام المومنین عائشہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: اے ابو عائشہ (یہ کنیت ہے امام مسروق کی) کہ تین باتیں ہیں جو کوئی ان کا قائل ہو اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر۔ میں نے کہا: وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا: (ایک یہ ہے) جو کوئی سمجھے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر۔ مسروق نے کہا: میں تکیہ لگائے تھا یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا: اے ام المؤمنین! ذرا مجھے بات کرنے دیں اور جلدی مت کریں، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ”ولقد رآہ بالافق المبین. ولقد رآہ نزلة اخری“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیتوں کو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مراد ان آیتوں میں جبریل علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ سوائے دوبار کے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے میں نے دیکھا، ان کو وہ اترتے تھے آسمان سے اور ان کے تن وتوش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک روک دیا تھا۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (سورہ الانعام:۱۰۳) کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ“ (الشعراء:۵۱) دوسری بات یہ ہے کہ جو کوئی خیال کرتے کہ رسول اللہ نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ پوچھ لیا ہے تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ:۶۷) یعنی ”اے پیغام پہنچانے والے! پہنچادے جو اترا تجھ پر تیرے رب کے پاس سے اور جو ایسا نہ کرے تو تو نے پیغام نہیں پہنچایا“ (تیسری یہ ہے) جو کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل ہونے والی بات جانتے تھے (یعنی آئندہ کا حال) تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر...... اللہ خود فرماتا ہے: ”قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ“ (اے محمد ﷺ!) آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ کے“ اسی طرح جب نبی ﷺ کے بارے میں علم غیب کی بات کہی گئی تو آپ ﷺ نے خود اس کی

تردید کی اور ایسی بات کہنے سے منع کیا۔

حدیث نبوی ہے:عن الربیع بنت معوذ قالت: دخل علی النبی ﷺ غداة بنی علی، فجلس علی فراشی کمجلسک منی وجویریات یضربن بالدف، یندبن من قتل من آبائھن یوم بدر حتی قالت جاریة: وفینا نبی یعلم ما فی غد. فقال النبی ﷺ لا تقولی ھکذا، وقولی ما کنت تقولین" (صحیح البخاری، کتاب المغازی۔۴۰۰۱) ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور جب میں دلہن بنا کر بٹھائی گئی نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے اسی طرح جیسے تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ پھر ہمارے یہاں کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ اور چچا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے، ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ اتنے میں، ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا، اور ہم میں ایک نبی ہے جو ان باتوں کی خبر رکھتے ہیں جو کچھ کل ہونے والی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ اس کے سوا جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو۔

مذکورہ واقعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو غیب کی باتوں کا علم نہیں تھا، اس کے علاوہ آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سارے ایسے مسائل پیش آئے جن کی وجہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کو غیب کی باتوں کا علم نہیں تھا، اس کے علاوہ آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سارے ایسے مسائل پیش آئے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو کافی تکلیف ہوئی اور صدمہ پہنچا اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا تو آخر کیوں پریشانی اٹھاتے؟ جیسے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے الزام لگایا اس وقت آپ ﷺ مسلسل ایک ماہ تک پریشان رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں آیات نازل فرما کر آپ کی عفت و پاکدامنی کو واضح کیا، تب جا کر آپ کو علم ہوا اور ذہنی تکلیف ختم ہوئی، اسی طرح سلام بن مشکم کی بیوی یہودی عورت زینب بنت حارث نے آپ کو زہر آلود گوشت کھلا کر آپ کو ہلاک کرنا چاہا آپ کو علم نہ تھا آپ کھا لیے اور اس زہر کا اثر آپ حلقوم میں مرض الموت میں محسوس کر رہے تھے اور آپ کے ساتھی بشر بن براء بن معرور کے کھا لینے سے ان کی موت ہو گئی، اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا تو آپ ﷺ نہ خود کھاتے اور نہ صحابہ کو کھانے دیتے۔ اسی طرح بئر معونہ میں ستر اور رجیع میں دس صحابہ کرام کو دشمنوں نے دھوکے سے قتل کر دیا، جس کا آپ ﷺ کو کافی گہرا صدمہ رہا اور آپ ﷺ مسلسل ایک ماہ ان کے حق میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ معلوم ہوا کہ ہر طرح کے غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی اور بزرگ کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ رکھنا گمراہی ہے۔

۳- آپ کو بشر نہ ماننا: امت کا ایک بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو نبی ﷺ کی محبت وعظمت میں افراط کا شکار ہوا اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کر بیٹھا اور آپ ﷺ کو "نور" یا "نور من نور اللہ" قرار دیا، ان کا یہ نظریہ ہے کہ بشر ماننا یہ آپ کی توہین وتحقیر اور بے ادبی ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ رسولوں کی بشریت کا انکار کرنا سابقہ قوموں کے کفار کا عقیدہ تھا، وہ بشریت کو رسالت کے منافی سمجھتے تھے، اسی لیے انہیں رسول ماننے اور ان کی دعوت کو قبول کرنے سے پیچھے رہتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَھُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (الاسراء:۹۴) لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (الاسراء:۹۵) آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ" (ابراہیم:۱۰) ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے وہ تو تمہیں اس لیے بلا رہا ہے کہ تمہارے گناہ معاف فرما دے، اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے، انہوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے۔ اچھا تم ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَاۗءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (یٰسین:۱۳-۱۵) اور آپ ان کے سامنے ایک مثال (یعنی ایک) بستی والوں کی مثال (اس وقت کا) بیان کیجئے جب کہ اس بستی میں (کئی) رسول آئے، جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں، ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم نرا جھوٹ بولتے ہو۔ اسی طرح فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بشر کہہ کر تحقیر کی اور ان کی رسالت کا انکار کیا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ

(المومنون:۴۵-۴۸) پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اوران کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا، فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف، پس انہوں نے تکبر کیا اور تھے ہی وہ سرکش لوگ، کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دوشخصوں پر ایمان لائیں؟ حالاں کہ خود ان کی قوم (بھی) ہمارے ماتحت ہے، پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے۔

قوم نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن کہتا ہے: فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (المومنون: ۲۴) اس کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا، ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانے میں سنا ہی نہیں۔ نیز فرمایا: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (المومنون: ۳۳-۳۴) اور سرداران قوم نے جواب دیا، جو کفر کرتے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں خوشحال کر رکھا تھا، کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کرلی ہے تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو۔

اصحاب ایکہ نے شعیب علیہ السلام کے بارے میں کہا: وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (الشعراء: ۱۸۶) اور تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔ اہل مکہ نے نبی ﷺ کے بارے میں کہا: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (الفرقان: ۷) اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہوکر ڈرانے والا بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں نبی کریم ﷺ کی بشریت کو واضح کیا ہے، بعض آیات ملاحظہ فرمائیں: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف: ۱۱۰) آپ کہہ دیجئے! کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورہ اسراء: ۹۳) آپ جواب دے دیں! کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔ اور فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران: ۱۶۴) بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا۔ اور فرمایا: ''لقد جاء کم رسول من انفسکم'' (التوبہ: ۱۲۸) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں۔ اور فرمایا: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ (البقرہ: ۱۵۱) جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا۔

مذکورہ قرآنی آیات کے علاوہ احادیث میں بھی نبی ﷺ نے اپنی بشریت کو واضح کیا ہے، بعض احادیث درج ذیل ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انما انا بشر مثلکم، انسی کما تنسون، فاذا نسیت فذکرونی'' (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجہ نحوا القبلة حیث کان: ۴۰۳) میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لیے جب بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔ ایک جگہ فرمایا: ''الا ایها الناس، فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب الا ایها الناس، فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب'' (صحیح مسلم، کتاب، فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہ تعالیٰ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۲۴۰۸) اے لوگو خبردار! یقیناً میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا ایلچی (موت کا فرشتہ) آجائے اور میں اس کی دعوت قبول کرلوں۔ اور ارشاد فرمایا: ''اللهم انما انا بشر، فانما رجل من المسلمین سببته، او لعنة، او جلدته، فاجعلها له زکاة ورحمة'' (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، من لعنہ النبی ﷺ ۲۶۰۱) یا اللہ! میں بشر ہوں پس جس مسلمان کو میں برا کہوں یا لعنت کروں یا ماروں، تو اس کو اس کے لیے (گناہوں سے) پاکی اور رحمت بنادے۔

مزید ایک مقام پر فرمایا: ''انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون ألحن بحجته من بعض، فاقضی علی نحو مااسمع فمن قضیت له من حق اخیه شیاء، فلا یاخذه فانما اقطع له قطعة من النار'' (صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب موعظة الامام للخصوم، ۷۱۶۹) بلاشبہ میں ایک انسان ہوں، تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو ممکن ہے تم میں سے بعض اپنے مقدمہ کو پیش کرنے میں فریق ثانی کے مقابلہ میں زیادہ چرب زبان ہو اور میں تمہاری بات سن کر فیصلہ کروں تو جس شخص کے لیے میں اس کے بھائی (فریق مخالف) کا کوئی حق دلا دوں، چاہئے کہ وہ اسے نہ لے کیوں کہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو میں اسے دیتا ہوں۔

امام نوویؒ نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''وقوله: انما انا بشر: معناه التنبية علی حالة البشرية، وان البشر لا يعلمون من الغيب وبواطن الامور شيئا الا ان يطلعهم الله علی شئی من ذلک'' (شرح

مسلم للنووی: ۲۳۴) نبی ﷺ کا فرمان کہ میں بشر ہوں، اس سے مراد بشریت کی حالت پر تنبیہ کرنا ہے کہ بشر غیب اور امور کے باطن میں سے کچھ بھی نہیں جانتے سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس میں سے کسی چیز پر مطلع کردے۔

کتاب وسنت کے مذکورہ دلائل کے علاوہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی پر غور کریں تو آپ ﷺ کی بشریت پر دلالت کرنے والے بے شمار قرائن وشواہد پائے جاتے ہیں مثلاً: آپ کے پاس بیوی بچے تھے، آپ کا ہنسا، مسکرانا، رونا، تکلیف محسوس کرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، غصہ ہونا، بھول جانا، بیمار ہونا وغیرہ

۴- آپ ﷺ کی موت کا انکار کرنا: بعض مسلمان نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام میں غلو کرتے ہوئے آپ ﷺ کے لیے موت کا لفظ استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں اور اس کے استعمال کو بے ادبی اور گستاخی تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کی جگہ وصال اور پردہ کرگئے، جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جب کہ کتاب وسنت میں آپ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۴) محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں، تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر: ۳۰) یقیناً خود آپ کو موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں اور ایک مقام پر فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (الانبیاء: ۳۴) ''آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہمیشگی نہیں دی، کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے لیے موت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ، سنح سے گھوڑے پر آئے اور آکر اترے، پھر مسجد کے اندر گئے۔ کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی طرف گئے۔ نعش مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ آپ نے چہرہ کھولا اور جھک کر چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر کہا، **بأبی انت وامی، والله لا يجمع الله عليك موتتين اما الموتة التي كتبت عليك، فقد متها** ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دومرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ آئے تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہہ رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا: عمر! بیٹھ جاؤ، لیکن عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ اتنے میں لوگ عمرؓ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کے پاس آگئے اور آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: ''**اما بعد فمن كان منكم يعبد محمدا ﷺ فان محمد قد مات، ومن كان منكم يعبد الله فان الله حي لا يموت**'' اما بعد! تم میں جو بھی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو (اس کا معبود) اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ (آل عمران: ۱۴۴) کہ محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابوبکرؓ نے اس کی تلاوت کی تو سب نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ اب یہ حال تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہ اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔ (زہری نے بیان کیا کہ) پھر مجھے سعید بن مسیبؒ نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، جس وقت میں نے انہیں تلاوت کرتے سنا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی ہے تو میں سکتے میں آگیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، ۴۴۵۳-۴۴۵۴)

۵- نعت گوئی میں غلو: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں آپ ﷺ کے جو شمائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں وہ آپ کی شان وعظمت کے لیے کافی ہیں، ہمیں مزید اپنی طرف سے گڑھ کر آپ ﷺ کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعض مقررین جلسے، جلوس اور خطبات جمعہ وغیرہ میں غلو ومبالغہ سے کام لیتے ہوئے من گھڑت قصے، کہانیاں اور غیر مستند روایات پیش کرتے ہیں اور اکثر شعراء، قوال نعت گوئی میں غلو سے کام لیتے ہیں، نعت گوئی انتہائی نازک اور مشکل فن ہے، معمولی بے احتیاطی سے ہم بدعقیدگی کا شکار ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' (الشرح: ۴) اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ مشرکانہ عقائد پر مبنی نعت کے بعض اشعار ملاحظہ فرمائیں:

شاہِ مدینہ یثرب کے والی
سارے نبی تیرے در کے سوالی
جلوے ہیں سارے تیرے ہی دم سے
آباد عالم تیرے کرم سے
باقی ہر اک شے نقش خیالی
سارے نبی تیرے در کے سوالی

۶- خود ساختہ درود کا اہتمام کرنا:

نبی کریم پر درود پڑھنا یقیناً مبارک اور عظیم الشان عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان کو نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۶) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔ اسی طرح احادیث میں درود کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، درود پڑھنا گناہوں کی مغفرت، رحمت الٰہی کا حصول، درجات کی بلندی اور نبی ﷺ کی قربت کا اہم ذریعہ ہے، احادیث میں درود کے مسنون الفاظ اور صیغے وارد ہیں، جیسا کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچادوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمائیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: "**اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد، کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم، انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد، کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم، انک حمید مجید**" (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیھم، باب یزفون: النسلان فی المشیی: ۳۳۷۰)

واضح رہے کہ مذکورہ درود کے علاوہ کتب احادیث میں نبی ﷺ سے بسند صحیح دوسرے الفاظ میں بھی مختلف درود بیان کیے گئے ہیں انہیں بھی پڑھا جاسکتا ہے، حدیثوں سے ثابت درود کے علاوہ من گڑھت درود پڑھنا اتباع سنت کے منافی ہے۔

۷- **نبی ﷺ کی ذات سے توسل پکڑنا:** اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ شرکیہ توسل: جیسا کہ بعض لوگ قبر رسول پر جا کر آپ ﷺ سے دعائیں کرتے ہیں، مصائب ومشکلات سے نجات کے لیے آپ سے فریاد کرتے ہیں، آپ ﷺ سے ایسی دعائیں کرتے ہیں جن پر صرف اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے۔ مثلاً: اے نبی! ہماری مدد فرمائیں، ہمیں اولاد عطا فرمائیں، ہماری مصیبت دور کریں، وغیرہ یہ سب شرکیہ عقائد ہیں، اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا اور ان کو پکارنا گمراہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ (یونس:۱۰۶) اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ دوسرے مقام پر فرمایا: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ (الاحقاف:۵)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔ ایک اور جگہ فرمایا: " وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ " (فاطر:۱۳) "جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔" اور فرمایا: "وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ " (الاعراف:۱۹۷) "اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور نہ ہی وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔" ایک بدعتی شاعر کہتا ہے:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

بھر دو جھولی میری یا محمد
لوٹ کر میں نہ جاؤں گا خالی

۲- **بدعتی توسل:** جیسے کہ آپ ﷺ کے صدقہ طفیل میں دعائیں کرنا، یہ غیر مشروع عمل ہے، کتاب وسنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، صحابہ کرامؓ نے نہ آپ کی زندگی میں ایسا کیا اور نہ وفات کے بعد، نہ آپ کی قبر کے پاس نہ کسی دوسری جگہ۔ جب کہ توسل کا دوسرا طریقہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "**عن انس ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب، فقال: اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا، وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا، قال: فیسقون**" (صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا: ۱۰۱۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کبھی عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمر رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعاؤں کی درخواست کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ تو، تو پانی برساتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا (کی دعاؤں) کا وسیلہ بناتے ہیں تو، تو ہم پر پانی برسا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چنانچہ بارش خوب ہی برسی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے وسیلہ نہیں پکڑتے تھے بلکہ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا وسیلہ پکڑتے تھے، اس لئے مردوں سے وسیلہ جائز نہیں ہے بلکہ زندوں کی دعاؤں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔

۸- **انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر لگانا:** بعض مسلمان نبی کریم ﷺ سے عقیدت اور محبت کے نام پر آپ ﷺ کا اسم مبارک سن کر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چومتے ہیں اور پھر آنکھوں پر لگاتے ہیں یہ بھی جہالت ہے اور کتاب وسنت اور سلف صالحین کے طریقے کے خلاف عمل ہے، بلکہ احادیث میں نبی

ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود بھیجنے کی تعلیم دی گئی ہے اور آپ کا نام سن کر درود نہ بھیجنے والے کو بخیل کہا گیا ہے وراس کے لیے ذلت ورسوائی کی وعید آئی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”البخیل الذی من ذکرت عندہ فلم یصل علی“ (صحیح الترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ: ۳۵۴۶) بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ دوسری حدیث میں ہے:” رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی“ (الترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ: ۳۵۴۵ صحیح) اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ لہٰذا نبی ﷺ کا نام آنے پر آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہم آپ پر درود بھیجیں اور اس بدعت سے بچیں۔

۹- محفل میلا د کا قیام: نبی کریم ﷺ کی محبت اور عقیدت کے نام پر ۱۲ /ربیع الاول کو میلا د کی مجلسیں قائم کی جاتی ہیں، آپ کی شان میں نعتیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، سیرت النبی ﷺ پر پرجوش تقریریں ہوتی ہیں، اور بہت سارے خلاف شرع امور انجام دیئے جاتے ہیں جن کا کتاب وسنت سے دور کا واسطہ نہیں، پہلی بات اہل سیر اور محققین کے قول کے مطابق ۱۲ /ربیع الاول آپ کی تاریخ وفات ہے نہ کہ تاریخ ولادت، دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے یوم ولادت پر بھی جشن منانا نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے جو ہم سے زیادہ نبی ﷺ سے محبت کرتے تھے، صحابہ کرام کی زندگی میں ہر سال ۱۲ /ربیع الاول آتا مگر کسی بھی صحابی سے محفل میلا د منعقد کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، ظاہر ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ سے کسی بھی خیر میں آگے نہیں بڑھ سکتے بلکہ ان کی اتباع کرنے اور ان کے منہج کو اختیار کرنے میں ہماری بھلائی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ محفل میلا د کے بدعت ہونے کے ساتھ اس میں اور بھی بہت سارے منکرات شامل ہیں، مثلا: گانا بجانا، مرد وزن کا اختلاط، گلی اور راستوں کو بند کر کے لوگوں کو اذیت دینا، مصنوعی کعبہ اور روضہ رسول بنا کر اس کی بے حرمتی کرنا، فضول خرچی وغیرہ ایسے بہت سارے کام انجام دیئے جاتے ہیں جن سے نبی ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کو بدنام کیا جاتا ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ میلا د کی محفلوں میں اجتماعی طور پر کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ہماری محفلوں میں آپ ﷺ تشریف لاتے ہیں، یہ جہالت اور گمراہی کا عقیدہ ہے کیوں کہ نبی ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ کی روح اعلی علیین میں دار الکرامہ میں رب العالمین کے پاس ہے اور نبی ﷺ قیامت سے پہلے اپنی قبر سے باہر تشریف نہیں لائیں گے اور نہ ہی کوئی شخص مرنے کے بعد نبی ﷺ سے پہلے اپنی قبر سے باہر آئے گا، ارشاد باری ہے: ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (المومنون: ۱۵-۱۶) اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور حدیث میں ہے: ”انا سید ولد آدم یوم القیامة واول من ینشق عنه القبر، واول شافع واول مشفع“ (صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب، تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق: ۲۲۷۸) میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے دن، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

۱۰- جشن معراج منانا: نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم میں غلو کرتے ہوئے ۲۷ /رجب کو بعض مسلمان واقعہ معراج کا جشن مناتے ہیں اور اس مناسبت سے بہت سارے ایسے اعمال انجام دیتے ہیں جن کا کتاب وسنت سے اور عمل صحابہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا مثلا: ستائیسویں رجب کی شب قیام کرنا، نماز شب معراج پڑھنا، محفلیں منعقد کرنا، مسجدوں اور گلیوں میں خصوصی لائٹنگ کرنا، معراج کے واقعے کو غلو اور مبالغے سے بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ۲۷ /رجب کو ہی شب معراج سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کی تاریخ میں اہل علم کے درمیان شدید اختلاف ہے جیسا کہ علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں اہل سیر کے ۶ /اقوال ذکر کیے ہیں (الرحیق المختوم: ۱۹۷) اور اس تاریخ میں اس قدر اختلافات یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خیر القرون میں اس واقعے کی مناسبت سے کوئی اہتمام نہیں پایا جاتا تھا نیز اگر تاریخ کا تعین بھی ہو جائے تو اس دن جشن منانا اور نبی ﷺ سے عقیدت اور محبت کا اظہار کرنا اور مخصوص عبادات انجام دینا نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ نہیں ہے بلکہ دین میں ایک بدعت ہے جو آپ ﷺ کی محبت وتعظیم میں غلو کے راستے سے ایجاد کی گئی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی ﷺ سے سچی عقیدت اور محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلو ومبالغہ سے بچائے۔ آمین

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
- ☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام انس وجن کو شامل ہے

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے اب کوئی بھی انسان یا جن ایسا نہیں جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی اتباع کرنا واجب نہ ہو اس لئے ہر شخص پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی خبر دیں اس میں وہ آپ کی تصدیق کرے اور جس بات کا حکم دیں اس میں آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے جس انسان یا جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حجت قائم ہوگئی پھر بھی وہ آپ پر ایمان نہ لائے تو وہ کافر ہے، کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انس وجن کی طرف بھیجے گئے پیغمبر ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی کے جنوں نے قرآن سنا اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ اپنے نبی کو اس واقعہ کی خبر دی فرمایا:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الاحقاف:۲۹-۳۲)

''اور یاد کرو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب وہ نبی کے پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہا کہ خاموش ہو جاؤ پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔ اور جو اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتا اور نہ ہی اللہ کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (الجن:۱تا۶)

''اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تو اب ہم اس پر ایمان لا چکے اور اب ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے اور بیشک ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، نہ اس نے کسی کو (اپنی) بیوی بنایا ہے نہ بیٹا۔ اور ہم میں کا بیوقوف اللہ کے بارے میں خلاف حق باتیں کہا کرتا تھا اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات اللہ پر جھوٹی باتیں لگائیں۔ اور بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

مذکورہ بالا آیت میں ''سفیہنا'' سے علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق ''السفیہ منا'' مراد ہے یعنی ہم میں سے جو بیوقوف تھا۔ متعدد اسلاف نے کہا ہے کہ جب کوئی انسان کسی وادی میں اترتا تو یہ کہتا کہ میں اس قوم کے سفیہوں کے شر سے اس وادی کے سردار کی پناہ چاہتا ہوں جب انسانوں نے جنوں کی پناہ طلب کرنی شروع کردی تو جن اپنی سرکشی اور کفر میں بڑھ گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا (الجن:۶ تا ۸)

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے اور انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کرلیا تھا کہ اللہ کسی کو نہ بھیجے گا۔ اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت

چوکیداروں اور شعلوں سے پر پایا۔''

نزول قرآن سے پہلے بھی شیاطین کو شہاب سے مارا جاتا تھا، لیکن کبھی شہاب کے لگنے سے پہلے ہی وہ چوری سے بعض باتیں سن لیتے تھے، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آسمان کو سخت چوکیداروں اور شہابوں سے پر کردیا گیا اور شیطان کے سننے سے پہلے ہی شہاب ان کی تاک میں لگ گئے، جیسا کہ (قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ) جنوں نے کہا: وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (الجن: ۹)

''اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے لیکن اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔'' اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (الشعراء: ۲۱۰ تا ۲۱۲)

''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے۔ نہ وہ اس کے قابل ہیں اور نہ انہیں اس کی طاقت ہے۔ بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کردیئے گئے ہیں۔''

اس کے بعد جنوں نے کہا: وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا (الجن: ۱۰-۱۱)

''اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔ اور بیشک بعض تو ہم میں نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں (جماعتوں) میں بٹے ہوئے ہیں۔''

یعنی جیسا کہ علماء نے کہا ہے جنوں میں بھی مسلمان، مشرک، یہودی، عیسائی، سنی اور بدعتی ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (الجن: ۱۲)

اور ہم نے سمجھ لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کرسکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔

یعنی انہوں نے اپنی قوم کو یہ بھی بتایا کہ وہ اللہ کو کسی بھی حال میں عاجز نہیں کرسکتے، نہ زمین میں قیام کرکے اور نہ ہی زمین سے بھاگ کر۔

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (الجن: ۱۳-۱۴)

''اور ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو اس پر ایمان لے آئے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے نہ کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ ظلم وستم کا اور ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔''

یعنی بعض ظالم ہیں کیونکہ انصاف کے لئے ''اقسط'' بولا جاتا ہے اور ظلم وجور کے لئے ''قسط'' استعمال کیا جاتا ہے۔

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۵ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا (الجن: ۱۴-۲۴)

''پس جو مسلمان (فرمانبردار) ہوگئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا۔ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔ (اے پیغمبر! یہ بھی کہہ دیں کہ) اگر لوگ راہ راست پر قائم رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے۔ تاکہ ہم اس میں انہیں آزمالیں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیر لے گا تو اللہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کردے گا۔ اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر پل پڑیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پاسکتا۔ البتہ میرا کام اللہ کی بات اور اس کے پیغامات کو پہنچا دینا ہے اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ (ان کی آنکھ نہ کھلے گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے، پس عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے۔''

بہر حال جب جنوں نے قرآن سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ پر ایمان لے آئے، یہ شہر نصیبین کے جن تھے جیسا کہ صحیح میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جنوں کو سورہ رحمٰن پڑھ کرسنائی اور جب آپ (فبای آلاء ربکما تکذبان پڑھتے تو اس کے جواب میں جن کہتے ولا بشئی من آلائك ربنا نكذب فلك الحمد یعنی اے ہمارے رب! ہم تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کرتے تیرے ہی لئے تعریف ہے۔

پھر جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تو آپ سے خود اپنے لئے اور اپنے چوپایوں کے لئے خوراک کا سوال کیا آپ نے فرمایا:

"تمہاری خوراک ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، وہ تمہیں بھرپور گوشت کی شکل میں ملے گی اور تمہارے چوپایوں کے لئے ہر قسم کی مینگنی خوراک ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: "تم ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو، یہ تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہیں۔"

یہ ممانعت متعدد طرق سے ثابت ہے اور اسی سے علماء نے ہڈی اور مینگنی سے استنجاء کرنے کی ممانعت پر دلیل لی ہے اور مزید یہ کہا ہے کہ جب جنات اور ان کے چوپایوں کی خوراک سے استنجاء کرنا منع ہے تو انسان اور ان کے چوپایوں کی خوراک سے استنجاء کرنا بدرجہ اولیٰ منع ہوگا۔

غرضیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام انسانوں اور جنوں کے لئے ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر ومنزلت کے اعتبار سے سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں کی تسخیر سے بڑھ کر ہے حضرت سلیمان کے لئے جنوں کو مسخر کردیا گیا تھا اور وہ بحیثیت بادشاہ ان پر حکومت کرتے تھے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف اس لئے مبعوث کئے گئے کہ آپ انہیں اللہ کا پیغام پہنچائیں کیونکہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور بندہ ورسول کا مقام ومرتبہ بادشاہ نبی سے بلند ہوتا ہے۔

کافر جنوں کے بارے میں تو نص اور امت کا اجماع ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے لیکن مومن جنوں کے بارے میں جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

جمہور علماء کا یہ قول بھی ہے کہ تمام رسول انسان تھے، جنوں میں سے کوئی رسول نہیں ہوا، البتہ ان میں سے نذیر (ڈرانے والے) پیدا ہوئے ہیں، ویسے ان مسائل کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔

اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جنات انسانوں کے ساتھ درج ذیل احوال میں ہوتے ہیں:

☆ جو انسان جنوں کو وہی حکم دے جو حکم اللہ اور اس کے رسول کا ہے یعنی ایک اللہ کی عبادت اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا اور یہی حکم وہ دیگر انسانوں کو بھی دے، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے افضل ترین اولیاء میں سے ہے، بلکہ وہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خلیفہ اور نائب ہے۔

☆ اور جو انسان جنوں کو مباح کاموں میں استعمال کرے تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص انسانوں کو مباح کاموں میں استعمال کرے، اب اگر یہ شخص جنوں کو واجبات کی پابندی کا حکم دیتا اور محرمات سے روکتا ہے اور ان سے مباح کام کرواتا ہے تو وہ بمنزلہ ان بادشاہوں کے ہے جو ایسا کرتے ہیں، ایسے شخص کو اگر اولیاء اللہ میں سے مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ وہ عام اولیاء کے درجے میں ہوگا اور خاص اولیاء کے مقابلہ میں اس کی حیثیت وہی ہوگی جو عبد ورسول کے مقابلہ میں بادشاہ نبی کی ہے اور حضرت ابراہیم اور عیسیٰ اور محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں حضرت سلیمان اور یوسف علیہما السلام کی ہے۔

☆ اور جو شخص جنوں کو اللہ اور رسول کے منع کردہ کاموں میں استعمال کرے یعنی شرکیہ امور میں یا کسی بے گناہ کے قتل کرنے میں یا قتل کے علاوہ اس پر ظلم وزیادتی کرنے میں مثلاً اسے بیمار کرنے یا اس کا علم بھلانے یا اسے اللہ کی یاد سے غافل کرنے یا اس کے علاوہ کسی بھی قسم کا ظلم کرنے میں یا کسی فعل بد مثلاً جس سے بدکاری کا ارادہ ہے اسے کھینچ کر لانے میں جنوں کو استعمال کرے اس نے گویا اثم وعدوان پر ان سے مدد لی، اب اگر اس نے جنوں سے کفر پر مدد لی تو وہ کافر ہے اور اگر معصیت پر مدد لی تو گنہگار رفاسق یا کم از کم گنہگار ہے۔

☆ اور جس شخص کے پاس شریعت کا پورا علم نہ ہو اور وہ جنوں سے ایسے کاموں میں مدد لے جن کو وہ کرامات سمجھتا ہو، مثلاً اس کام میں مدد لے کہ وہ اسے بدعی سماع کے وقت اڑا کر لے جائیں، یا اسے اٹھا کر عرفات لے جائیں اور وہ شرعی حج نہ کرے جس کا اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے، یا اسے ایک شہر سے دوسرے شہر اٹھا کر لے جائیں اور اسی طرح کے دیگر کام کروائے تو ایسا شخص دھوکہ میں ہے اور شیاطین کے مکر وفریب کا شکار ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ مذکورہ بالا کام جن وشیاطین کے ہیں، بلکہ انہوں نے یہ سن رکھا ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ سے کرامتیں اور خارق عادت تصرفات ظاہر ہوتے ہیں، وہ حقائق ایمان اور علم قرآن سے اتنا واقف نہیں ہوتے کہ رحمانی کرامات اور شیطانی تلبیسات کے درمیان تمیز کرسکیں، اس لئے ایسے لوگوں کے حسب اعتقاد شیاطین ان کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں اب اگر وہ شخص مشرک ہے اور ستاروں یا بتوں کی عبادت کرتا ہے تو اسے اس وہم میں مبتلا کردیتے ہیں کہ یہ عبادت اس کے لئے نفع بخش ثابت ہورہی ہے اس کا ارادہ تو یہ ہوتا ہے کہ جس بادشاہ یا نبی یا بزرگ کی صورت پر یہ بت بنایا گیا ہے اس سے شفاعت یا توسل کا طالب ہو، چنانچہ اپنے اسی ارادہ ونیت کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس نبی یا

بزرگ کی عبادت کررہا ہے، حالانکہ وہ درحقیقت شیطان کی پوجا کررہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ (سبا:۴۰-۴۱)

”اور جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے، تو ہی ہمارا ولی ہے نہ کہ یہ لوگ، بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر کا انہی پر ایمان تھا۔“

اور یہی وجہ ہے کہ سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرنے والے جب ان کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کے سجدہ کے وقت شیطان سورج، چاند اور ستاروں کے قریب ہوجاتا ہے تا کہ ان کا سجدہ اسی کے لئے ہو۔

اور اسی لئے شیطان اس شخص کی صورت اختیار کرلیتا ہے جس سے مشرکین استغاثہ وفریاد کرتے ہیں، اگر استغاثہ کرنے والا نصرانی ہے اور جرجس یا کسی اور سے استغاثہ کرتا ہے تو شیطان جرجس یا اس مستغاث شخص کی صورت بنا کر حاضر ہوجاتا ہے، اور اگر مسلمانوں سے نسبت رکھتا ہے اور مسلمانوں کے کسی شیخ سے استغاثہ کرتا ہے جس کے بارے میں اسے حسن ظن ہے تو شیطان اسی شیخ کی صورت میں حاضر ہوتا ہے، اور اگر وہ مشرکین سے تعلق رکھتا ہے تو شیطان اس شخص کی صورت میں حاضر ہوتا ہے جس کی مشرکین تعظیم کرتے ہیں۔ پھر اگر وہ شیخ جس سے استغاثہ کیا جاتا ہے اس کے پاس شریعت کا علم ہو تو شیطان اسے یہ نہیں بتاتا کہ وہ اس کی صورت بنا کر اس سے استغاثہ کرنے والوں کے پاس گیا تھا، لیکن اگر اسے شریعت کا علم نہیں تو اس سے ان کی باتیں بتاتا اور ان کے اقوال نقل کرتا ہے، اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا شیخ دور سے ہی ان کی آواز سنتا اور جواب دیتا ہے، حالانکہ یہ سب شیطان کی وساطت سے انجام پاتا ہے۔

ایک شیخ جس کے ساتھ اس طرح کے مکاشفہ اور مخاطبت کی صورت پیش آئی تھی اس نے بتایا کہ مجھے جن پانی اور شیشہ کی طرح ایک صاف وشفاف چیز دکھاتے اور اس میں وہ میرے سامنے وہ سب کچھ حاضر کردیتے جس کے بارے میں معلومات مطلوب ہوتیں اور میں لوگوں کو بتاتا جاتا، وہ یہ بھی کرتے کہ میرے پاس میرے ان ساتھیوں کی باتیں پہنچاتے جو مجھ سے استغاثہ وفریاد کرتے، چنانچہ میں ان کی باتوں کا جواب دیتا، پھر وہ میرا جواب ان کو پہنچاتے۔

ان اہل خوارق شیوخ میں سے بہت سے لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب کوئی ناواقف شخص ان کی تکذیب کرتا اور کہتا کہ آپ لوگ یہ سارا کام حیلہ سے کرتے ہیں، جس طرح کچھ لوگ سفید پتھر، نارنگی کے چھلکے اور مینڈھک کے تیل وغیرہ کے طبعی حیلے استعمال کرکے آگ میں کود پڑتے ہیں تو اس بات پر شیوخ کو تعجب ہوتا اور کہتے کہ اللہ کی قسم! ہم یہ سارے حیلے نہیں جانتے، لیکن جب کوئی واقف کار شخص ان سے کہتا کہ آپ لوگ سچ کہتے ہیں لیکن یہ سب شیطانی احوال ہیں، تو وہ اس کا اقرار کرلیتے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کو اللہ نے توفیق دی، چنانچہ جب ان پر حق واضح ہوگیا اور کئی وجوہ سے انہوں نے جان لیا کہ یہ سب درحقیقت شیطان کی طرف سے ہے، کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ یہ احوال شریعت مطہرہ میں مذموم بدعتوں اور اللہ ورسول کی معصیت ونافرمانی کے وقت ہی ظاہر ہوتے ہیں، مشروع عبادات جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ومطلوب ہیں ان سے ان کا ظہور نہیں ہوتا، تو انہوں نے قطعی طور پر جان لیا کہ یہ وہ خوارق وتصرفات ہیں جن کو شیطان اپنے دوستوں کے لئے ظاہر کرتا ہے، ان کا ان کرامات سے کوئی تعلق نہیں جن سے اللہ رحمٰن اپنے اولیاء کو نوازتا ہے، چنانچہ حق واضح ہوجانے کے بعد انہوں نے ان اعمال سے توبہ کرلی۔

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔
۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔ شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔
۳۔ مضمون کی فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔
۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔
۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔
۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔
۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔
۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

۱۲/ربیع الاول کا جشن کتاب وسنت کی روشنی میں

مولانا آصف تنویر تیمی

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے۔ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دل وجان بلکہ اپنے والدین اور آل واولاد سے بھی زیادہ محبت نہ کرے۔ اللہ کی محبت قرآن کریم کی محبت اور اس کی پیروی میں مضمر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بہت ساری علامتیں ہیں جن میں سب سے بڑی علامت آپ کی اتباع ہے۔ آپ کی سنت اور سیرت کو ترک کرکے کوئی شخص محبت کا دعوی نہیں کرسکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالی نے اپنی محبت کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہوتو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا مہربان ہے''۔ (آل عمران: ۳۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اتباع کو جنت میں داخلے کا سبب اور اپنی نافرمانی کو جہنم میں جانے کا ذریعہ قرار دیا ہے، فرمایا: ''میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے میرے منکر کے، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کا منکر کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''جو میری اطاعت کرتے ہیں وہ جنتی ہیں اور میری نافرمانی کرنے والے میرے منکر ہیں''۔ (بخاری ومسلم) اس حدیث کا واضح پیغام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی جہنم میں جانے کا باعث ہے۔ اس وقت بہت سارے مسلمان محبت رسول کے نام پر ایسے اعمال وافعال کرتے ہیں، جن کا ذرہ برابر بھی تعلق سنت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اعمال بدعات کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کے اعمال کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دین میں کسی طرح کی کمی رہ گئی تھی جس کو بزعم خویش ان اعمال سے دور کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ حالانکہ ہر مسلمان کا اس بات پر یقین ہے کہ دین اسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مکمل ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد دین اور ثواب کے نام پر کسی عمل کو شریعت کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا اگر چہ وہ عمل فی ذاتہ دیکھنے میں کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہوگیا''۔ (المائدة: ۳) یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے مقام پر نازل ہوئی۔ اس آیت سے امام مالک رحمہ اللہ استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''جو اسلام میں بدعت کو رواج دیتا ہے درحقیقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ آپ نے رسالت کے معاملہ میں خیانت کی، اس لئے کہ اللہ تعالی کہتا ہے: ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا'' اور بدعتی اپنے عمل کے ذریعہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ دین مکمل نہیں ہوا ہے۔ جو چیزیں اس وقت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں) دین نہیں تھیں آج (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتیں''۔

قرآن وحدیث میں واضح طور پر بدعات کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے۔ بدعات کی سنگینی اور اس کی خطرناکی سے باخبر کیا گیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ایسے نئے کام شروع کرتا ہے جو اس میں (اسلام میں) نہیں ہیں تو ایسا ہر کام مردود ہے''۔ (بخاری ومسلم) عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم موجود نہیں ہے تو ایسا ہر عمل مردود ہے''۔ (مسلم) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہترین بات اللہ کی بات ہے، اور سب سے بہتر راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔ اور برے کاموں میں سب سے برا کام بدعات کا ارتکاب ہے، اور ہر بدعت گمراہی کا ذریعہ ہے''۔ (مسلم) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سب اپنے اوپر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طور طریقے کو لازم پکڑنا، تم ان طریقوں کو دانتوں سے تھام لینا، (یعنی مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوجانا) اور بدعات سے بچنا، اس لئے کہ (دین کے نام پر کیا جانے والا) ہر نیا عمل بدعت ہے''۔ (مسند احمد، ترمذی) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمہیں صاف وشفاف (اسلام کے) راستہ پر چھوڑا ہے، اس شاہراہ سے وہی انحراف کرتا ہے جو ہلاک ہونا چاہتا ہے''۔ (مسند احمد)

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ابلیس کو عام معصیت سے کہیں زیادہ بدعت محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی معصیت سے توبہ کرلیتا ہے مگر بدعت سے توبہ کی توفیق بمشکل نصیب ہوتی ہے''۔ بدعات عام طور پر محبت احترام کے نام پر شریعت کا حصہ بن جاتی ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں غلو سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم لوگ مجھے اتنا نہ بڑھا جتنا نصاری نے ابن مریم (عیسی علیہ السلام) کو بڑھایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ چنانچہ تم مجھے اتنا ہی کہا کرو''۔ (بخاری ومسلم)

اس وقت مسلمانوں کے مابین بہت ساری بدعات پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ہر اسلامی مہینہ میں کوئی نہ کوئی غیر اسلامی کام ضرور پایا جاتا ہے۔ جس کا کوئی تعلق قرآن وحدیث سے نہیں ہوتا۔ ربیع الاول کے مہینہ میں بھی میلاد النبی کی بدعت پائی جاتی ہے۔ اور بہت سارے سادہ لوح مسلمان دین اور ثواب سمجھ کو اس کو مناتے

ہیں۔حالانکہ علماء کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے نام کسی بھی طرح کی مجلس اور کسی خاص عبادت کا انعقاد بدعت ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''میلاد کی محفل بدعت ہے۔صحابہ تابعین یا تبع تابعین کے زمانے میں اس کا نام ونشان تک نہ تھا''۔اسی طرح کا قول امام سخاوی امام ابن تیمیہ امام شاطبی امام ابن الحاجب اور امام فاکہانی رحمہم اللہ وغیرہم سے بھی منقول ہے۔

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں پہلی مرتبہ اس کی ابتدا شیعوں نے کی۔اور ان کا مقصد دین اور کھانے پینے کے نام پر مسلمانوں کو بیوقوف بنانا اور شیعی عقائد کی ترویج تھا۔انہوں نے کئی اور میلاد کی شروعات کی، علی رضی اللہ علیہ اور ان کے دونوں بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا میلاد اور محمد بن حسن العسکری کا بھی میلاد منانا شروع کیا۔یہ اس وقت کی بات ہے جب خلافت پر فاطمیوں اور عبیدوں کا قبضہ تھا۔پھر انہیں کے ذریعہ چھٹی صدی ہجری میں اہل سنت کے مابین اس بدعت کی نشر واشاعت ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے قبل تک کسی اہل سنت کی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فاطمی حکومت کے تعلق سے لکھتے ہیں: ''ان کا ظاہری مذہب رفض (شیعی عقائد) پر مبنی تھا۔باطنی اعمال سراسر کفریہ تھے۔علماء حکمراں اور جملہ احناف مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کا اس بات پر اتفاق تھا کہ یہ شریعت سے خارج ہیں۔ان سے جنگ کرنا جائز ہے۔وہ لوگ قبروں، سورج اور چاند کے پجاری تھے۔مساجد یا ذکر واذکار سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا''۔عید میلاد النبی کے بدعت ہونے کی کئی اہم وجوہات ہیں جنہیں ہر ایک مسلمان کو اپنی نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ذیل کے سطور میں چند وجوہات اختصار کے ساتھ قلمبند کی جاتی ہیں:

1-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت پر کسی قسم کی محفل منعقد نہیں کی نہ آپ سے اس قسم کا کوئی قول منقول ہے، یہاں تک کہ کوئی ضعیف روایت بھی عید میلاد سے متعلق نہیں ہے۔اگر اس میں ذرہ برابر خیر ہوتا تو آپ خیر کے داعی تھے ضرور اس کو کرتے اور صحابہ کو بتلاتے۔آپ نے ادنی ادنی بات کے بارے میں بتلایا مگر اس عید کے بارے میں نہیں بتلایا۔

2-خلفائے راشدین یا دیگر صحابہ نے اپنی تمام محبتوں اور الفتوں کے باوجود اس میلاد کو نہیں منایا۔بلکہ خیر القرون میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔اگر میلاد باعث خیر وبرکت ہوتا تو لازمی طور پر صحابہ کرتے،اس لئے کہ ان سے بڑھکر اس روئے زمین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔کفار بھی تسلیم کرتے تھے کہ اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنی محبت اپنے نبی سے کرتے ہیں اتنی محبت قیصر،کسریٰ اور نجاشی کے پیروکار بھی نہیں کرتے۔مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کی طرف سے عروہ بن مسعود آئے اور پھر لوٹ کر اپنے لوگوں کی طرف گئے تو انہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں صحابہ کی محبت کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا،لیکن میں نے کسی کے لئے ایسی محبت نہیں دیکھی جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔آپ کا کھکھار (بلغم) بھی کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا جس کو وہ اپنے چہرے یا اپنی کھالوں پر مل لیتے ہیں۔آپ کے ہر حکم کے سامنے وہ اپنی پیشانی خم کر دیتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ صحابہ آپ کے وضو کا پانی لینے کے لئے آپس میں جھگڑ پڑیں گے۔جب آپ گفتگو کرتے ہیں تو سارے خاموش رہتے ہیں۔تعظیم اور محبت کی وجہ سے کوئی آپ کو نظر گاڑ کر دیکھتا تک نہیں ہے''۔(بخاری)

3-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں شدید اختلاف ہے۔کسی قول کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔امام ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں تقریبا نو (۹) اقوال ذکر کئے ہیں۔یہاں تک کہ مہینہ کی تعیین میں بھی مورخین کا اختلاف ہے۔اس لئے اپنی طبیعت سے کسی قول کو راجح مان لینا مناسب نہیں۔اگر اس دن کی کوئی اہمیت ہوتی تو دیگر ایام کی طرح یہ دن بھی واضح ہوتا،اس طرح مختلف فیہ نہ ہوتا۔تعجب خیز معاملہ یہ بھی کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ۱۲/ربیع الاول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات ہے، گویا ہم ولادت کی خوشی نہ منا کر یقینی طور پر موت کی خوشی مناتے ہیں جو کسی بھی طور سے مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

4-اسلام میں صرف دو عید ہے؛عید الفطر اور عید الاضحیٰ تیسری کوئی عید نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ پہنچے تو تمام عیدوں کو ختم کر کے انہیں دو عیدوں کی نشان دہی کی۔

5-عید میلاد النبی کے موقع پر جن منکرات،شرکیات اور محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس کا بھی تقاضہ ہے کہ اس قسم کی رسم بد کو ختم کیا جائے اور اسلام ایسے عمل کا ہرگز داعی نہیں ہو سکتا۔اختلاط مرد وزن،ننگا پن،رقص وسرود،غیر اللہ سے استغاثہ،اور دیگر خرافات۔میلاد کے نام جو محفل منعقد ہوتی ہے اس میں ایک طرف قرآن کی آواز آتی ہے تو دوسری طرف قوالی اور فلمی نغموں کی۔اس سے بڑھ کر بھی قرآن کا مذاق ہو سکتا ہے۔عام طور پر اس قسم کی محفلوں میں شریک ہونے والے لوگ واجبات اور سنتوں کے تارک ہوتے ہیں۔چند سالوں قبل عین اسی دن مجھے ایک بستی سے گزرنے کا اتفاق ہوا میں نے مشاہدہ کیا کہ لوگ ظہر کی نماز میں مشغول ہیں اور دیگر لوگ ڈول باجے میں مست ہیں۔جماعت،نمازیوں اور مسجد کا کوئی خیال نہیں۔

6-اس عمل میں اہل کتاب کی مشابہت ہے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشابہت سے سختی سے منع فرمایا ہے۔آج باضابطہ اس دن کیک بھی کاٹتے اور رقص کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اس قسم کی بہت ساری تصویریں اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر موجود ہیں۔مسجدوں تک میں لوگ ناچتے اور نغمہ سرا ہوتے ہیں۔

7-میلاد کے نام پر بے تحاشا پیسوں کو خرچ کیا جاتا ہے۔نعت خواں مقررین اور قوال خریدیں جاتے ہیں۔بڑا بڑا پنڈال تیار کرایا جاتا ہے۔لائٹ اور ساؤنڈ کا بھی بندوبست ہوتا ہے۔بے ہودہ کاموں میں رات گزرتی ہے مگر اکثر لوگ نماز جیسی اہم عبادات سے غافل رہتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل محبت آپ کی اتباع اور پیروی ہے اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور ہر قسم کی بدعات سے محفوظ رکھے۔

ضیاء افضل محمد افضل فیضی، مئوناتھ بھنجن

مولانا عبدالشکور اثری رحمہ اللہ-مختصر حالات زندگی

جب سے اپنے اندر شعور پایا تبھی سے ہم مولانا عبدالشکور اثری رحمہ اللہ کی شخصیت سے واقف تھے، آپ نانا منشی مظفر الدین اثری/ سابق استاذ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے خاص رفیق تھے۔ بلا کی محبت، میل جول، قلبی لگاؤ، عقیدت و احترام، آپسی مشورہ اور غم وخوشی میں ایک دوسرے کے گھر آنا جانا ان ساری چیزوں کا مشاہدہ ہم کرتے آرہے ہیں، ہم نے روز اول سے یہی دیکھا کہ ہر فرد آپ کی عزت کرتا ہے، گھر کا بچہ بچہ آپ کی آمد سے خوش ہو جاتا ہے، ہر شخص آپ سے مکمل طور پر آشنا اور متاثر تھا اور اسی بنیاد پر حضرت شیخ عبدالشکور اثری کو ہم لوگ "نانا" کہتے تھے، اور وہ شفقت واپنائیت جو ہمیں اپنے نانا سے ملتی تھی وہ شیخ موصوف سے بھی بھرپور حاصل تھی۔ اسی شعور کے ساتھ ہم بڑے بھی ہوئے کہ آپ کا ادب واحترام ہماری زندگی کا خاص حصہ رہا۔ جب بھی ہم آپ سے یا آپ ہم سے ملتے تو شفقت و مہربانی کا مظاہرہ کرتے، دعائیں دیتے، نصیحتیں کرتے، محنت کی تلقین کرتے، حال دریافت کرتے اور تعلیم کے متعلق باز پرس کرتے۔

یوں تو آپ کے ساتھ یادوں کا ایک سنہرا سلسلہ آباد ہے، بے شک آپ ہمیشہ زندگی کے ہر موڑ پر یاد آتے رہیں گے اور آپ کی نصیحتیں ہمیں یاد رہیں گی، آپ کے حکیمانہ اقوال، آپ کی ہنسی، ڈانٹ، آپ کا طریقۂ تکلم، گفتگو کے درمیان آپ کا سب کو ہنسانا یہ ساری چیزیں ایک مشفق استاذ گرامی کی خوبیاں تھیں، چونکہ اللہ رب العزت کے قانون کل نفس ذائقۃ الموت کے سامنے ہم بے بس ولاچار ہیں، ہر دلعزیز شخصیت کی موت سے تکلیف ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود ہمیں قدرت کے اس فیصلے کو ماننا پڑتا ہے اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔

تدریسی اوقات میں میزان الصرف، ھدایۃ النحو، کافیہ فی النحو، منطق، مشکوۃ المصابیح، الاتقان فی علوم القرآن، سنن ابوداؤد، صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب آپ کے ذمے رہیں، جس کا حق آپ پوری امانت داری سے ادا کرتے رہے آپ ہمیشہ احساسِ ذمہ داری سے معمور نظر آئے، کسی قسم کی کوتاہی ناقابلِ برداشت تھی، دیکھا جاتا کہ جلسوں میں شرکت کی غرض سے راتوں رات سفر کرتے اور اگلی صبح درسگاہ میں موجود رہتے، چونکہ بارعب شخصیت کے مالک تھے جس کی وجہ سے طلبہ بھی آپ کے درس میں پوری مستعدی کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔

آپ کے تلامذہ میں حافظ جلال الدین قاسمی، شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی، شیخ معراج ربانی، ڈاکٹر شمش کمال انجم، شیخ عبدالوارث ضیاء الرحمٰن مدنی، شیخ ابوسفیان مدنی، شیخ سعود احمد مدنی، شیخ شفیق احمد ندوی اور شیخ فاروق عبداللہ نرائن پوری قابلِ ذکر ہیں۔

آپ کے درس کا انداز واقعی جداگانہ تھا، پیچیدہ اسباق کو سادہ الفاظ میں بالکل واضح کر دیتے تھے، فن حدیث اور نحو وصرف پڑھانے کا تو ایک خصوصی انداز تھا، افہام و تفہیم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

مشہور افسانہ نگار نیر مسعود نے لکھا ہے کہ "دانشگاہوں میں مشکل سے چار فیصد یا تین فیصد اساتذہ ایسے ہوں گے جو مطالعہ فرماتے ہیں، باقی سب ترقی کی ہجے کرتے رہتے ہیں۔ ایسے قحط کے عالم میں جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے کتاب پڑھی ہے تو کس قدر مسرت ہوتی ہے اس کو صحیح طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔''

واقعی آپ کا شمار تین فیصدی والے اساتذہ میں ہوتا تھا، اس لیے کہ تعلیمی وقت کے علاوہ جب بھی جامعہ جانا ہوتا تو یہی نظر آتا کہ مولانا اپنے کمرے میں بیٹھے مطالعہ کررہے ہیں، نماز عصر وعشاء کے بعد خصوصی طور پر آپ مطالعہ کتب میں مشغول رہتے تھے۔ الغرض آپ کے اندر وہ ساری صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک مثالی معلم و مدرس کے یہاں پائی جانی چاہیے۔ آپ کی زندگی سادہ، تصنع سے پاک تھی صبر وشکر اور اللہ رب العزت پر توکل مضبوط تھا۔ جہاں شفقت ومہربانی کرنی ہوتی وہاں شفقت اور جہاں زجر وتوبیخ کی ضرورت ہوتی وہاں بلا تاخیر ڈانٹ وپھٹکار، یہ معاملہ سب کے ساتھ رہا، چاہے ان کا کوئی اپنا ہو یا پھر کوئی دوسرا۔

آپ جامعہ اثریہ دارالحدیث کے لائق فرزند تھے، علامہ شائق کے اس چمن کو لمبی مدت تک سیراب کیا، مختلف موقعوں پر اپنے مادر علمی کے احسانات کا ذکر کرتے اور طالبانِ علم کو بھی مدراس کی قدر کرنے کی ترغیب دیتے، حقیقت تو یہی ہے کہ جامعہ اثریہ سے آپ کے قلبی لگاؤ اور احساس کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔

آپ جہاں کامیاب شیخ الجامعہ تھے وہیں طلبہ کے امور کے نگراں بھی تھے، متعدد بار آپ نگراں بنائے گئے اور جتنے بار بھی بنائے گئے اس خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا کہ دیگر لوگ رشک کرتے۔

آپ شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری اور شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری وغیرہ کی شخصیت سے کافی متاثر تھے، اور پھر آپ نے تدریس کے ابتدائی زمانے میں صاحب مرعاۃ سے مسلسل استفادہ بھی کیا تھا، ہفتہ واری انجمنوں میں صاحب الرحیق المختوم کو علمی حوالہ سے یاد بھی کرتے رہتے تھے۔

طالب علمی کے بعد پھر تدریسی زندگی کا ایک لمبا وقت آپ نے شہر مئو میں

گزارا،، جہاں مئوشہر سے آپ کو لگاؤ تھا وہیں اہالیان شہر سے خوشگوار تعلقات بھی تھے، جامعہ کے اطراف میں تو آپ ہردلعزیز تھے،لوگ آپ کی بڑی قدر کیا کرتے تھے،نکاح خوانی اور صلاۃ جنازہ کے لیے آپ ہی پہلا انتخاب ہوتے ،اگرکوئی اجلاس منعقد ہوتا تو بہ حیثیت مقرر مدعو ہوتے ،خطبات جمعہ کے علاوہ باغیچہ کی مسجد پر درس حدیث دیتے تھے، وقتاً فوقتاً دیگر مساجد پر بھی درس دیتے تھے،طلبہ مدارس خصوصی طور پر آپ کا خطبہ سننے آیا کرتے تھے،معاشرتی برائیوں پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کا تدارک کرتے ۔آپ بے شمار خصوصیات کے حامل شخص تھے،خاکسار کی نظر میں جو چیزیں آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں وہ یہ ہیں:

اوقات کی تنظیم اور اس کی پابندی: ہم نے جتنا بھی اور جب تک دیکھا، چاہے جامعہ میں یا پھر آپ کے آبائی گاؤں ہمیشہ وقت کی قدر کرتے ہوئے پایا، جہاں خود وقت کی قدر اور اس کو صحیح استعمال کرنے کی کوشش کرتے وہیں طلبہ جامعہ اثریہ کو بھی وقت کی تنظیم وترتیب پر ابھارتے ،وقت کا صحیح استعمال کرنے کی نصیحت فرماتے کہ جس غرض سے آئے ہیں اس کے لیے کوشش کریں،تب کہیں جا کر کامیابی حاصل ہوگی۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالمجید اصلاحی تشریف لائے اور کہا" کیا مولانا ہمیشہ کتابیں لے کر بیٹھے رہتے ہیں، چھوڑیئے یہ سب......".. مولانا ممدوح نے جواب دیا کہ "مولوی صاحب...... جب سب کچھ دیں گے تبھی علم کا کچھ قطرہ ملے گا"

نمازوں کا اہتمام: اس معاملے میں واقعی آپ ایک مثال تھے، جو اثری اخوان آپ سے قریب رہے ہیں وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ مولانا نماز پر سختی کے ساتھ مداومت برتتے تھے، بلکہ جب تک نگراں اور صدر مدرس رہے تب تک حتی الامکان کوشش کی کہ طالبان علومِ دینیہ نمازوں کا اہتمام کریں اور اس پر ہمیشگی برتیں۔

مہمانوں کی آمد: سخاوت وفیاضی بڑی باسعادت صفت ہے،ایک آدمی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ فیاضی میں بھی باکمال ہو تو خوبی دوبالا ہو جاتی ہے،مولانا موصوف کو یہ صفت وراثت میں ملی ہوئی تھی،آپ کے والد گرامی مرحوم محمد عمر بھی بڑے قدردان اور مہمان نواز آدمی تھے، چاہے شیخ موصوف ہوں یا ان کے والد مہانوں کی آمد سے بڑے خوش ہوتے تھے۔

جب بھی مئو سے یا جامعہ اثریہ سے کوئی آپ کے دولت کدہ پر حاضری دیتا تو ایسی محبت سے سے ملتے کہ آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا،خود خاکسار کو دسیوں مرتبہ آپ کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا ہے، وہ بڑی خاطر تواضع کرتے تھے۔آپ رحمہ اللہ من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه کا صرف درس ہی نہیں دیتے تھے بلکہ مکمل طور پر اس پر عامل بھی تھے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اب جب کہ گلشنِ اثریہ کا یہ فرزند ہمارے درمیان نہیں رہا ضرورت ہے کہ ان کے تلامذہ خصوصاً وہ جو معلّمی جیسے معزز پیشہ سے وابستہ ہیں، ان کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ان کے اوصاف کو اپنائیں اور طالبان علوم دینیہ کو سیراب کرتے رہیں۔

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

نظم

عبادت اگر ہو دکھاوے کی خاطر — وہ سب کچھ ہے لیکن عبادت نہیں ہے
عبادت کرے کھائے ناپاک روزی — کہ تاب شنیدن و طاعت نہیں ہے
عبادت کرے کھائے ناپاک روزی — تو مقبول ایسی عبادت نہیں ہے
ہو اونچا یہاں کیسے اللہ کا کلمہ — مسلماں میں شوق شہادت نہیں ہے
نہیں چاہتا وہ نمود اور شہرت — نمایاں بہت ہو یہ چاہت نہیں ہے
بوقت غضب نہ ہو اپنے پہ قابو — نری بزدلی ہے شجاعت نہیں ہے
بھرا ہے فسادوں سے سارا جہاں پھر — کوئی بحر و بر اب سلامت نہیں ہے
وہ گم نام رہتا ہے سارے جہاں میں — جسے یاں خوشامد کی عادت نہیں ہے
وہ سچ بولتا ہے بلا خوف لائم — جسے جھوٹ کہنے کی عادت نہیں ہے
بہت خرچ کرتے ہیں شادی کے دن سب — یہ مجبوریاں ہیں، سخاوت نہیں ہے
خطیب زمانہ اگر بے عمل ہے — نمائش ہے فن کی خطابت نہیں ہے
سماجی خرابی کہاں تک گنائیں — کہ بہتر سماجی حالت نہیں ہے
یہ وہنِ مسلماں کا دورِ غثائی — ہیں مانند جھاگ ان میں طاقت نہیں ہے
زمانے کو میں کیا خبر اب سناؤں — مرے پاس کوئی بشارت نہیں ہے
میں چاہوں تو سب مومنوں کو رلا دوں — مگر سب کو غم دوں یہ عادت نہیں ہے
تقی و غنی اور خفی رب کو بیاباں — جسے خود نمائی کی عادت نہیں ہے
صدا اہل حق کی صدا در بیاباں — مسلماں میں ذوق سماعت نہیں ہے
تکاثر نے تم کو بنایا ہے غافل — مسلماں میں زہد و قناعت نہیں ہے
جوانی کو تم نے غنیمت نہ جانا — جوانوں میں خوئے عبادت نہیں ہے
بصد شوق سنتا ہے ہم کو زمانہ — ہمیں میں سنانے کی طاقت نہیں ہے

نہ فائزؔ سناؤ یہ روداد غم کی
کہ تاب شنیدن و طاعت نہیں ہے

فائزؔ مدنی

عورت میری نظر میں

صنفِ نازک بنتِ حوّا کا وجود   نوعِ انساں کے لئے ہے زندہ رود
اس سے باقی نسلِ انساں کی بقا   وصف اس کا الولود والودود
وہ نہ ہو تو کائناتِ رنگ و بو   کچھ نہ ہوئے کیف وکم کے باوجود
وہ نہ ہو تو نسلِ انسانی نہ ہو   ابنِ مریم کا جو ہے شانِ ورود
سازِ ہستی میں نہ ہو کچھ زیروبم   بے طرب ہوں تارہائے ہست وبود
زندگی کے پیچ و خم میں وہ شریک   زمزمہ سے ان کے جاں محوِ سرود
سچ کہوں تو ان سے استغنا نہیں   حوصلے ملتے ہیں ان سے بے حدود
وہ حس وحرکت کہاں سے آئے گی   جس پہ قائم ہے معاشرتی وجود
در پے آزار عورت کے لیے   ہر زمانے میں رہے ہیں کچھ حسود
ہاں شریفانہ روش کی تربیت   دیجیے ان کو بہر حالت مزود
ان کو سامان تعیش کے بطور   جو سمجھتے ہیں وہ پچھتائیں گے زود
ماں بہن ہوں بیٹیاں یا بیویاں   خیر کا منبع ہیں بے نام ونمود
وہ اندھیرے میں اجالے کی نقیب   ان سے وابستہ کئی حلِّ عقود
وہ حیاداری کا پیکر اک طرف!   ذات سے ان کی رواں دریائے وجود
شر سے ان کی اکثریت کو حذر   خیر کے بارے میں ہے کچھ میں جمود
ان کی اولاد انبیاء واولیاء   بھیجتے ہیں جن پہ ہم پیہم درود
عورتوں کا اک نمایاں ہے مقام   جانتے ہیں جس کو ارباب کشود

اختلاف دین و مذہب سے ورے
ان میں فیضی کچھ زیاں ہے کچھ ہے سود

ازمولانا عبدالغنی فیضی، مئو

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

معروف عالم دین، متعدد علمی ودعوتی کتابوں کے مترجم اور جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے موقر استاد مولانا نیاز احمد مدنی طیب پوری صاحب کا سانحہ ارتحال

دہلی: ۳۰/اکتوبر ۲۰۲۲ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے معروف عالم دین، صحیح بخاری سمیت متعدد علمی ودعوتی کتابوں کے ہندی مترجم، اردو کے نامور صاحب قلم اور جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے مؤقر استاد مولانا نیاز احمد مدنی طیب پوری صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے جن کا طویل علالت کے بعد آبائی وطن طیب پور، ضلع بلرام پور، یوپی میں گزشتہ شب ساڑھے بارہ بجے تقریباً 55 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون. مولانا نیاز احمد مدنی طیب پوری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ بڑے خلیق وملنسار اور بلا کے ذہین تھے۔ زندگی بھر درس وتدریس، علم وتحقیق، ترجمہ وتالیف اور دعوت واصلاح کے کاز سے جڑے رہے۔آپ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ممتاز فارغ التحصیل تھے۔آپ نے ایک طویل عرصے تک جامعہ اسلامیہ خیر العلوم، ڈومریا گنج یوپی میں بھی درس وتدریس کا کام انجام دیا۔آپ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور بعض دورات تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ ومعلمین میں بحیثیت محاضر شرکت بھی کی تھی۔مرکزی جمعیت کے ہندی آرگن ماہنامہ اصلاح سماج میں آپ کے متعدد مقالات شائع ہوئے۔مجھ ناچیز سے قریبی روابط تھے۔ان کا انتقال جمعیت وجماعت اور علمی دنیا کا بڑا خسارہ ہے۔پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، تین صاحب زادے عزیزم خورشید مدنی، ڈاکٹر عامر، طاہر سلمھم اللہ اور دو صاحب زادیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی وعلمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔آمین

صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے نائب امیر معروف عالم دین مولانا محمد خورشید عالم مدنی صاحب کی اہلیہ محترمہ کے انتقال پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا تعزیتی پیغام

دہلی: ۹/اکتوبر ۲۰۲۲ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے موقر رکن عاملہ وشوری، صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے نائب امیر، پندرہ روزہ جریدہ ترجمان، دہلی کے نائب مدیر، جامعہ امام ابن تیمیہ مدینۃ السلام بہار کے سابق نائب رئیس، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے سابق استاذ، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن اور امارت شرعیہ بہار وجھارکھنڈ واڈیشہ کے رکن شوری، مشہور اہل قلم، مثالی وکہنہ مشق خطیب معروف عالم دین استاذ الاساتذہ مولانا محمد خورشید عالم مدنی صاحب کی اہلیہ محترمہ کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔جو گزشتہ شب تین بجے طویل علالت کے بعد بعمر تقریباً 58 سال پٹنہ کے ایک اسپتال میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

امیر محترم نے کہا کہ مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، متواضع،، مہمان نواز اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔فضل وکمال اور شرافت کے سائے میں پلی بڑھی تھیں۔ان کے والد گرامی کا شمار علاقہ کی مقتدر شخصیات میں ہوتا تھا۔بچوں کی اعلیٰ تعلیم وتربیت اور مولانا کی طویل علمی ودعوتی، تعلیمی وتربیتی اور قومی وملی اور جماعتی خدمات اور گوناگوں منصبی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ان کا اہم رول تھا۔تقریبا پانچ سالوں سے سرطان کی مریضہ تھیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، نیکیوں کو قبول کرے، جنت الفردوس کی مکین بنائے, پسماندگان خصوصا مولانا خورشید عالم مدنی صاحب اور ان کے بیٹے بیٹیوں کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔

پریس ریلیز کے مطابق آج ہی بعد نماز ظہر دو بجے وطن مالوف دوستیا، مشرقی چمپارن بہار میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔پسماندگان میں شوہر شیخ محمد خورشید عالم مدنی صاحب، پانچ لائق وفائق صاحب زادے ڈاکٹر فواد خورشید، انجینئر فوزان خورشید، ڈاکٹر فرحان خورشید، مولوی فیضان خورشید سنابلی، فیجان خورشید، پانچ صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران وکارکنان نے بھی مرحومہ کے انتقال پر رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا غیر معمولی اجلاس اختتام پذیر ملک وملت سے متعلق اہم فیصلے

دہلی: ۱۳/ اکتوبر ۲۰۲۲ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان کے مطابق گذشتہ کل اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ملک کے بیشتر صوبوں سے آئے معزز اراکین عاملہ، صوبائی ذمہ داران اور مدعوئین خصوصی نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

امیر محترم نے حمد وصلاۃ اور خیر مقدمی کلمات کے بعد اپنے جامع ترین تذکیری وتوجیہی خطاب میں عقیدۂ توحید کی اصلاح، اتباع کتاب وسنت، تقویٰ وطہارت، اتحاد ویکجہتی، اخوت و بھائی چارہ، حسن اخلاق، اعتدال ووسطیت پر زور دیا اور قیل و قال سے احتراز، امور ومعاملات میں شفافیت کی نصیحت کی۔ علاوہ ازیں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور انسان دوستی نیز اسلام کی بیش بہا انسانیت نواز وروشن تعلیمات سے برادران وطن کو روشناس کرانے کی ضرورت پر بطور خاص زور دیا۔ مزید برآں ہر طرح کی دہشت گردی، بدامنی ونذہبی منافرت اور اشتعال انگیزی کی سخت الفاظ میں مذمت کی اور پوری ایمانی قوت، صبر وضبط، ہمت وحوصلہ، حکمت ودانائی کے ساتھ خیر امت کا فریضہ ادا کرتے رہنے کی تلقین کی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے اس اجلاس میں مرکزی جمعیت کی کارکردگی رپورٹ پیش کی جس کی حاضرین نے توثیق کی اور ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز نے حسابات پیش کیے جس پر ہاؤس نے اطمینان و اعتماد کا اظہار کیا۔ میٹنگ میں جمعیت کے کاموں کا بھی جائزہ لیا گیا اور آئندہ دعوتی، تعلیمی، تنظیمی، تعمیراتی اور رفاہی منصوبوں اور انسانی خدمات کو مہمیز دینے پر غور کیا گیا۔ علاوہ ازیں جمعیت کے مالی استحکام بالخصوص اہل حدیث منزل اور اہل حدیث کمپلیکس میں زیر تعمیر کثیر المقاصد عمارت کے لئے ملکی سطح پر اہل خیر حضرات کا زیادہ سے زیادہ تعاون حاصل کرنے کی اپیل کی گئی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کی قرارداد میں عقیدۂ توحید اور دیگر اسلامی تعلیمات کو دنیائے انسانیت خصوصاً برادران وطن تک پہنچانے، اسلام اور مسلمانوں سے متعلق پھیلی غلط فہمیوں کے ازالہ، آپسی پیار ومحبت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی ضرورت پر زور دیا گیا اور مرکزی جمعیت کے ذریعہ جاری ''تعارف سیرت'' مہم کا خیر مقدم کیا گیا۔

مجلس عاملہ کی قرارداد میں مختلف ملی، سماجی، ملکی وبین الاقوامی امور سے متعلق جمعیت کے موقف کو واضح کیا گیا اور مدارس اسلامیہ کی خدمات کے حسن اعتراف کے ساتھ ہی ساتھ بعض صوبوں میں حالیہ مدارس کے سروے سے متعلق مدارس کے ذمہ داران ومنتظمین کو کسی الجھن اور اندیشہ کا شکار ہوئے بغیر سروے میں تعاون کرنے، دینی وتعلیمی اداروں کے قیام وتعاون کے ساتھ اعلیٰ عصری درسگاہوں کے قیام اور صاحب ثروت حضرات سے ان عصری درسگاہوں کے قیام کے لئے زیادہ سے زیادہ تعاون کرنے کی اپیل کی ہے۔ قرارداد میں ملی، رفاہی، سماجی تنظیموں اور ذمہ داروں کی سربراہان اور علمائے کرام سے پرزور اپیل کی گئی ہے کہ وہ ہر حال میں اور ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف اظہار خیال سے پرہیز کریں اور اہم دینی وملی وملکی مسائل میں متفقہ رائے بنانے کی کوشش کریں۔ اسی طرح سے ایسے ٹی وی ڈبیٹ میں مسلم نمائندوں کی شرکت سے گریز کرنے کی اپیل کی گئی ہے جن میں یکطرفہ اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مجلس عاملہ کی قرار داد میں بعض تنگ نظر سیاست دانوں کے اقلیت وآئین مخالف بیانات پر اظہار تشویش کیا گیا اور حکومت کے ذمہ داران اور عدلیہ سے ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ اور عوام سے پرامن رہنے کی اپیل کی گئی ہے۔

مجلس عاملہ نے اپنی قرارداد میں اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی، تعاون باہمی، رواداری جیسی صفات وطن عزیز کی شناخت رہی ہیں لیکن کچھ لوگوں کے گمراہ کن اور غلط بیانات کی وجہ سے یہ شناخت کمزور پڑتی جارہی ہے۔ ایسے میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایسے بیانات کو کوریج نہ دیں جو ملک کی بدنامی اور ترقی میں رکاوٹ کا سبب بن رہے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام مذاہب کے دھرم گروؤں کا احترام کرنے کی اپیل اور ہر طرح کی دہشت گردی کی مذمت اور ملک کے مختلف حصوں کے اندر جیلوں میں محبوس نوجوانوں کے مقدمات کو جلد سے جلد نمٹانے، بے روزگاری پر قابو پانے، خوردنی اشیاء میں بے تحاشہ اضافہ اور کساد بازاری وکالا بازاری پر کنٹرول کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں شراب نوشی اور دیگر منشیات پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

مجلس عاملہ کی قرارداد میں ملک کے مختلف حصوں میں برسات سے ہونے والے مالی نقصانات اور سیلاب کی تباہ کاریوں پر فکرمندی اور متاثرین سے اظہار ہمدردی کی اپیل کے ساتھ ساتھ ان کا بھرپور تعاون ومدد کی پرزور اپیل کی گئی ہے۔ اسی طرح عاملہ کے اس اجلاس میں مختلف ملکوں کے مابین جاری تصادم کو انسانیت کے لیے تشویش ناک قرار دیا گیا ہے اور آپسی تنازعہ کو مذاکرات سے حل کرنے اور فلسطین میں اسرائیل کی جارحانہ کارروائی کو روکنے کی عالمی برادری سے اپیل کی گئی ہے اور ملک وملت وجماعت کی اہم شخصیات کے انتقال پر اظہار تعزیت کیا گیا ہے۔

بیربھوم میں صوبائی و ضلعی جمعیت اہلحدیث مغربی بنگال کا دعوتی پروگرام:

صوبائی جمعیت اہلحدیث مغربی بنگال کی زیرنگرانی اور ضلعی جمعیت اہلحدیث بیربھوم کے زیراہتمام نائب امیر ضلعی جمعیت مولانا حیدرعلی کی زیرصدارت دار التبلیغ مدرسہ ومرکزی عالی شان جامع مسجد واقع کوزڑا روڈ، اعلام بازار، بیربھوم میں یک روزہ دعوتی پروگرام برائے ائمہ مساجد، امراء ونظمائے مقامی جمعیات مورخہ ۲۵/ستمبر۲۰۲۲ کو بڑے جوش وخروش کے ساتھ منعقد ہوا، قاری عبدالمتین کی تلاوت کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا، جس میں سب سے پہلے مولانا انعام الحق نے ''اسلام میں تربیت کی اہمیت وفضیلت'' اور مولانا نورالاسلام فیضی نائب ناظم ضلعی جمعیت نے ''اصلاح معاشرہ میں ائمہ مساجد کا کردار'' کے عنوان پر پُر مغز خطاب کیا، اور نائب ناظم صوبائی جمعیت مولانا وحیدالزماں تیمی نے ''اتباع کتاب وسنت کیوں ضروری ہے؟ کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے کتاب وسنت کی اتباع و پیروی کی اہمیت، فضلیت، ضرورت اور اتباع کے طرق کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا۔ اخیر میں مہمان خصوصی، ناظم اعلی صوبائی جمعیت مولانا ذکی احمد مدنی نے تفصیلی خطاب کیا جس میں انھوں نے کہا کہ بغیر تعلیم کے کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی، یہی وجہ ہے کہ بہت سارے ممالک نے اعلیٰ تعلیم کی بنیاد پر عروج وارتقا کی منزلیں طے کرلی ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج مسلمان قوم تعلیمی میدان میں سب سے پیچھے نظر آرہی ہے جبکہ وحی کا آغاز ہی تعلیم کے ذریعہ ہوئی ہے، اس سے بھی افسوس ناک امر یہ ہے کہ بنگال میں مسلمانوں کی آبادی 33 فیصد ہے، لیکن گریجویشن صرف 2.7 فیصد ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کے میدان میں کتنی بری حالت ہے، اسی تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے ہمارے معاشرہ میں بہت ساری خرابیاں در آئی ہیں، ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے ہم تعلیم کے گراف کو بہتر کرنے کے لیے ٹھوس قدم اٹھائیں اور دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو انجام دینے کی بھرپور کوشش کریں، اسی سے معاشرہ میں تبدیلی آئے گی اور تعلیم ودعوت کا مشن جاری رہے گا، اگر ہم نے اس سے اعراض کیا اور اس وقت حالات کے پیش نظر ٹھوس حکمت عملی اختیار نہیں کی تو ہمیں دنیا وآخرت میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے'' تمہیں ضرور بھلائی ومعروف کا حکم دینا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا ورنہ اللہ تعالی اپنا عذاب لائے گا اور ہم اس سے بچنے کی دعا کریں گے لیکن ہماری دعا رد کردی جائے گی۔ اللہ ہم سبھوں کو نیک عمل کی توفیق دے آمین۔

اس پروگرام میں ماسٹر عبدالودود ناظم ضلعی جمعیت اہلحدیث بیربھوم، شیخ منصور عالم شمسی، ماسٹر بنی اسرائیل، مقامی امیر جناب مزمل حق سمیت مقامی جمعیات اور اعلام بازار کے قرب وجوار سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، اسطرح سے یہ تربیتی وتنظیمی پروگرام الحمدللہ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

سابق ایم ایل اے جناب عبدالشکور سلفی صاحب کا سانحۂ ارتحال:

یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ بہار اسمبلی کے سابق ایم ایل اے اور مدرسہ اصلاحیہ سیماپور کٹیہار کے سکریٹری معروف سماجی وسیاسی رہنما جناب عبدالشکور سلفی صاحب کا مورخہ ۳/اکتوبر۲۰۲۲ کو انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

جناب عبدالشکور صاحب جو محمد شکور کے نام سے معروف تھے علاقے کے ہردلعزیز لیڈر تھے اور ہندوستان کی قدیم ترین دینی درسگاہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے فارغ التحصیل تھے۔ انہوں نے عملی زندگی کا آغاز پورنیہ نگرپالیکا اسکول میں مدرس کی حیثیت سے کیا۔ بعدازاں وہ ہائرسکنڈری اسکول چندوا دھمداہا پورنیہ میں استاذ ہوگئے۔ پھر عملی سیاست میں قدم رکھا اور تقریباً پچاس سالوں تک سرگرم رہے کئی مرتبہ ایم ایل اے منتخب ہوئے۔ انہوں نے علاقے میں متعدد ترقیاتی کام کیے۔ جس کی وجہ سے وہ کافی محبوب تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، لغزشوں سے درگزر کرے جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبروسلوان عطا کرے آمین۔ (ادارہ)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا عبدالواحد فیضی کو صدمہ:

یہ خبر انتہائی رنج وغم اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا عبدالواحد فیضی صاحب کے دس سالہ بھتیجے فضیل احمد کا ۲۷/ستمبر۲۰۲۲ بروز منگل صبح ۷/بجے آبائی گاؤں کھمہریا گیسنڑی بازار، ضلع بلرامپور، یوپی میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بچہ کو ٹائیفائڈ ہوگیا تھا علاج جاری تھا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالواحد صاحب اور بچے کے والد محمد شاہد، والدہ اور جملہ متعلقین کو صبروسلوان کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (ادارہ)

☆☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

خوشخبری خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2023

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید
قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر
چھپ کر بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

اپنا آرڈر پیشگی بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613